فراقِ یوسفؒ

خطیبِ بلوچستان حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی رحمۃ اللہ علیہ

آخری احوال، آخری انٹرویو، آخری وصیت

محمود خارانی

نام کتاب : فراقِ یوسف

نام مصنف : محمود خارانی

اشاعت اول : رجب 1440ھ بمطابق مارچ 2019ء

اشاعت دوم : رمضان ۱۴۴۰ بمطابق مئی ۲۰۱۹

اشاعت سوم : مئی ۲۰۲۵

ملنے کے پتے :

- مولانا حافظ عبدالصمد جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین ضلع چاغی بلوچستان : 03333018072
- حافظ عبدالباسط کبدانی : الحافظ تقاریر سینٹر، مین چوک بازار دالبندین ۔۔۔۔03333325713

فہرست عنوانات

انتساب

بلوچ عوام کے آنسوؤں کے نام

حضرت الاستاذ کی وفات کے بعد 29 رمضان المبارک 1439ھ کے دن یہ پہلا موقع تھا کہ ان کی جگہ پر عصر کے وقت درس حدیث کے لئے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ ان کے منبر پر بیٹھنے کی گستاخی کی۔

عوام کے آنسوؤں کا سیل رواں جاری تھا، وہ سب مجھ سے یہ سننے کے لئے بے تاب تھے کہ ان آخری دنوں میں استاذ جی پر کیا بیتی ؟ تو میں نے ان سے وعدہ کیا کہ حضرت الاستاد کے "بستر مرض و مرگ" کے آخری لمحات کی تفصیلات قلم بند کر کے پیش کروں گا، اِن شاء اللہ۔

آج یہ مختصر کاوش ان سادہ دل مسلمانوں اور حضرت استاد پر مر مٹنے والی عوام کے آنسوؤں کی نذر کرتا ہوں۔ بلوچ عوام کے شدید انتظار کا اندازہ اس بات سے ہو رہا تھا کہ وہ مسلسل فون، واٹس ایپ اور مسنجر پر رابطے میں تھے کہ استاد محترم سے متعلق آپ کی کتاب کب منظر عام پر آئے گی۔ "میں ان کو اس طویل انتظار کی کوفت دینے پر معذرت خواہ ہوں کہ بعض ایسی مجبوریاں پیش آگئیں کہ میں ان کی یہ

فرمائش جلدی پوری نہ کر سکا، ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔

محمود خارانی

رائے گرامی

شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب دامت برکاتہم

(رئیس دارالافتاء دارالعلوم خاران)

خطیب بلوچستان حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی ہمارے دور کے ایک مایہ ناز عالم دین تھے ،دینی خدمات کے حوالے سے ان کی شخصیت کے متعدد پہلو تھے ،تاہم ان کی عمومی شہرت ایک خوش لحان خطیب کی تھی ،اپنی شعلہ نوا خطابت اور مقبولیت کی وجہ سے "خطیب بلوچستان" کے نام سے مشہور ہوئے ۔ میری نظر میں وہ ایک بے باک اور حق گو داعی تھے ،جس موقف کو صحیح سمجھتے اس کے برملا اظہار میں کبھی تأمل سے کام نہ لیا۔

علوم اسلامیہ کے متعدد شعبوں میں انہوں نے عظیم خدمات انجام دی ہیں ۔ تفسیر،حدیث اور فقہ وغیرہ کا درس دیا۔ تحکیم یعنی تصفیہ مقدمات پر بھی کافی حد تک دسترس رکھتے تھے ۔ آپ کی علمیت و دیانت ،اخلاص وللہیت اور عظیم علمی و دینی خدمات قابل قدر ہیں ۔

زیرِ نظر رسالہ "فراقِ یوسف " مولانا مرحوم کے تلمیذ خاص مولانا محمود خارانی نے ترتیب دی ہے ،،جس میں ان کی زندگی کے آخری احوال اور آخری انٹرویو شامل ہیں ۔ جس سے مولانا کی شخصیت اور خدمات کی ایک مختصر جھلک سامنے آتی ہے ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ۔ ان کے مدرسہ کو تاقیامت آباد رکھے ، ذخیرہ آخرت بنادے آمین ۔

والسلام

عبدالغفار عُفی عنہ

خادم دارالافتاء ، دارالعلوم خاران

یکم رجب 1440ھ/9مارچ 2019ء

تاثرات

صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالصمد صاحب حفظہ اللہ

جانشین

خطیب بلوچستان، شیخ القرآن مولانا محمد یوسف کبدانی رحمتہ اللہ علیہ

ابا جان رحمتہ اللہ علیہ کا وجود مسعود ہمارے لئے بہت بڑی ڈھارس کا سبب تھا، ان کی وفات کے بعد جو کچھ بیت رہی ہے اسے برداشت کرنے کے لئے صرف دھڑکتا دل ہے، جو خدا جانے کب تک دھڑکتا رہے گا۔ ان کے سفر آخرت سے نہ جانے کتنے خوشگوار سایے ہمارے سروں سے اُٹھ گئے، باپ کا سایہ، استاد کا سایہ، شیخ و رہنما کا سایہ، اب پتہ چلا کہ غم اور صدمہ کسے کہتے ہیں؟

اسلاف کے چمن کی رہی تھی جو یادگار

واحسرتا وہ پھول بھی وقف خزاں ہے آج

وہ والدِ شفیق وہ استاذ مہربان

وہ مرشدِ طریق عزیزو! کہاں ہے آج

وہ صبحِ دم نماز کو اٹھو نماز کو

کہہ کر جگانے والا الٰہی کہاں ہے آج

ابا جان رحمتہ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ،خطابت ،تدریس ،افتاء اور تصنیف و تالیف ہر میدان میں ان کی خدمات یاد رکھی جائیں گی ۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ طویل عرصہ ان کی صحبت یسر ہوئی ،اور آخری ایام میں بھی مجھے ان کی خدمت میں حاضری اور سرہانے پر بیٹھنے کا نادر موقع ملا ۔

برادر مکرم محمود خارانی نے آپ کے سوانح حیات کے سلسلے میں جو کاوش شروع کی ہے وہ ہم سب کے دلوں کی آواز ہے ،زیر نظر رسالہ (فراقِ یوسف) صرف آخری چند دنوں اور وفات کے احوال پر مشتمل ہے ،جسے انہوں نے بڑی محبت اور درد دل سے لکھا ہے ۔ اس کے علاوہ مختلف احباب کے تفصیلی مضامین پر مشتمل ایک اور رسالہ بھی زیر غور ہے ،اس کے بعد مفصل اور مرتب انداز میں یکجا سوانح کی ترتیب و تدوین کا پروگرام ہے ، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان نیک کاموں میں سہولت و ہمت عطا کرے ۔

امید ہے کہ ان ابتدائی کاموں کے بعد وہ ہمارے ساتھ "افادات یوسفی" کے سلسلے میں خطبات ، فتاویٰ ، درسی تقاریر اور علمی نکات و متفرقات کی جمع و ترتیب میں بھی تعاون کریں گے ۔

اللہ تعالیٰ اباجان کے جامعہ ہذا کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے جس کی ذمہ داریاں اب میرے ناتواں کندھوں پر آگئی ہیں اور اس رسالہ کو نافع بنائے اور مؤلف کے لئے اجر دارین کا ذریعہ بنا دے ۔ والسلام

حافظ عبدالصمد کبدانی

مسند قرآن سے ہسپتال تک

صاحبزادہ حافظ عبدالباسط صاحب حفظہ اللہ

ایک دن گھر میں مجھے بتایا گیا کہ آج درس تفسیر میں ابا جان کی طبعیت بگڑ گئی اور دو طلباء کے سہارے انہیں گھر لایا گیا ہے ، میں خدمت میں حاضر ہوا، حال احوال پوچھا، طبعیت میں نقاہت تھی ۔ مگر پھر بھی عصر کا درس حدیث دیدیا۔ مگر چہرے کی رنگت میں تغیر صاف محسوس ہورہا تھا ۔چہرے کا بایاں حصہ مائل بہ سیاہی تھا ۔ اگلا دن جمعہ کا تھا خطبہ جمعہ بھی دیا۔ مگر تقریر میں یہ بات کہہ دی کہ "عنقریب علم دفن ہوگا" ہم اس وقت یہ اشارہ سمجھ نہ پائے ۔

جمعہ کے دن عصر کا درس حدیث نہ دے سکا۔ البتہ ہفتے کے دن تفسیر کا درس دے دیا مگر مختصر کر کے ختم کر دیا اور کہا کہ یہ تفسیر کے درس کا بھی آخر ہے ،میری صحت کی گنجائش بھی آخری ہے اور رمضان کا بھی آخر ہے ۔ نہ جانے مستقبل میں اس طرح درس قرآن پر ہم جمع ہو سکیں گے یا نہیں ؟ ۔

اسی دن میر محمد غوث اور گھڑی ساز عبدالواحد وغیرہ نے مشورہ دیا کہ واجہ کو ہسپتال میں چیک اپ کے لئے لے جائیں ۔ ہمارے دوست محمد اسماعیل سور گل والا نے گاڑی لائی ۔ اس پر ابو جان کو سول ہسپتال دالبندین لے گئے ۔ وہاں ڈرپ وغیرہ لگایا گیا تو تھوڑا افاقہ محسوس ہوا پھر واپس گھر لے آئے ۔ مگر طبعیت روز بروز بگڑتی جارہی تھی ہم نے ڈاکٹر عبدالباسط دندان ساز کو بلایا کہ وہ آکر ابو جان کو کوئٹہ جانے کے لئے آمادہ کریں ، انھوں نے اور حاجی علی احمد بڑیچ نے ابو جان کو کوئٹہ جانے کے لئے راضی کرایا۔

ڈاکٹر عبدالباسط نے کوئٹہ آنے جانے کا ٹوڈی کا کرایہ عطا فرمایا۔ یہ بیس رمضان کے شام کی بات ہے ،ابوجان کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ اگلے دن علی الصبح نکلیں گے ۔ سحری کے وقت انہوں نے روزہ رکھنے پر اصرار کیا مگر ہم نے منع کر دیا کہ سفر ہے اور پھر آپ کو دوائیاں کھانے کی نوبت بھی پیش آئے گی اور آپ کمزور و نحیف ہیں لہذا روزہ کی نیت نہ رکھیں ۔ چناچہ روزہ رکھا تو نہیں مگر دن بھر کچھ کھایا پیا بھی نہیں ۔

21 رمضان 1439ھ بروز بدھ علی الصبح ہم دالبندین سے نکل گئے ۔ مگر نکلنے سے پہلے اُدھر گھر میں خواتین کے سامنے آپ نے یہ بھی کہا تھا جو مجھے بعد میں پتہ چلا کہ "عبدالباسط میری اولاد ہے ،وہ مجھے اس تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتا اسی وجہ سے مجھے کوئٹہ لے جارہاہے ۔ مگراسے پتہ نہیں کہ یہ "مرض الموت" ہے" ۔ بہرحال ہم دوپہر کو کوئٹہ پہنچ گئے ۔ ظہر کے بعد ڈاکٹر عبدالاحد کرد کے سامنے پیش ہوئے ،انہوں نے چیک اپ کے بعد کہا کہ "انتڑیوں کا مسئلہ ہے آپریشن ضروری ہے "ہم نے کہا پھر آپریشن کے لئے ہم کراچی جائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عصر کے بعد ایک اور ٹوڈی گاڑی پر ہم کراچی کے لئے روانہ ہو گئے ۔ فوراً کالاپل ہسپتال کراچی میں آپ کو پہنچا دیا۔ مگراس وقت وہاں کوئی ڈاکٹر موجود نہ تھا ان کے آنے میں کافی وقت باقی تھا۔ مجبوراً ہمیں لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی کا رخ کرنا پڑا۔ اس سفر میں میرے ساتھ مولوی محمد یحییٰ ،ماسٹر محمد خیر اور حسین احمد کبدانی تھے ۔ لیاقت

ہسپتال میں داخل کرنے کے بعد متعلقہ ٹیسٹ وغیرہ لیئے گئے ، رپورٹ آنے کے بعد ڈاکٹروں نے کہاکہ اصل میں مسئلہ معدہ کا ہے جو بہت متاثر ہوا ہے ، ورم اور موٹاپا اس میں آچکا ہے ،جس کی وجہ سے اس کے لیئے کھانا پینا مشکل ہے اور درد محسوس کرتا ہے ۔

الغرض پہلے اور دوسرے یعنی (22اور23 رمضان) کو مختلف ٹیسٹ وغیرہ ہوتے رہے انہی دنوں میں باربار وہ اس نوعیت کی باتیں بھی فرماتے رہتے تھے کہ "انسان کی جان امانت ہے ۔ موت برحق ہے ۔ ہر انسان پر آتی ہے "گویا کہ وہ ہمیں ذہنی طور پر کسی بھی حادثہ کے لیئے تیار کررہے تھے ۔

بعض اوقات کچھ پراسرار قسم کے حالات بھی پیش آتے تھے ۔ کئی بار مجھے کہاکہ کچھ لوگ میرے پاس ادھر ہسپتال میں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کو کسی عامل کے ذریعے دم وغیرہ کرواکے علاج کراتے ہیں ۔اسی دوران ایک دفعہ وارڈ کے بالکل سامنے واقع ریسپشن کے پاس میں کسی کام کے لیئے گیا ایک دو منٹ ہی میں واپس آگیا تو فرمایا وہ دونوں جارہے ہیں یہی لوگ ہیں ، میں نے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا مجھے طبعی خوف محسوس ہوا۔ فوراً آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر آپ پر اور آپ کی دوائیوں وغیرہ پر دم کیا ۔

مغرب کی نماز ان کے پاس پڑھی تو فرمایا : آپ لوگ نماز پڑھ رہے ہو اور میں اس سعادت سے محروم ہوں ، تو میں نے کہا کوئی بات نہیں کل جب ٹھیک ہو

جائیں گے تو تین چار دن کی نمازیں اکٹھی پڑھ لیں ۔کہنے لگے میں ایک وقت کا نہیں پڑھ سکتا آپ تین چار دن کی باتیں کر رہے ہو۔

الغرض ان دنوں ہسپتال میں درد و تکلیف کے ازالے کے انجکشن وغیرہ چل رہے تھے خوراک کے ڈرپ وغیرہ بھی ۔ ساتھ ساتھ ایک حکیم صاحبکا علاج بھی چل رہا تھا ۔ مگر آپ کے حتمی رپورٹ کا انتظار تھاڈاکٹروں کا کہنا تھا جب تک وہ ٹیسٹ رپورٹ نہ آئے باقاعدہ علاج شروع نہیں کیاجاسکتا ۔ ہم اسی ٹیسٹ رپورٹ کے انتظار میں تھے کہ 26 رمضان کی صبح برادر مکرم مولانا محمود خارانی اور حافظ عبدالمنان بھی ہمارے پاس کراچی پہنچ گئے ۔اس کے بعد کے احوال برادرم محمود خارانی نے خود تفصیل سے لکھاہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اباجان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ ہماری پسماندگی اور پریشانیوں کو ختم کر دے ۔اور محمود خارانی صاحب کے اس رسالہ کو مقبول عام اور نافع بنادے ،جو اباجان کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے اوراب تک ہمارے ساتھ ان کا تعلق بھائیوں جیساہے ۔ اللھم زدفزد

والسلام

حافظ عبدالباسط کبدانی

نائب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین

پیش لفظ

ایک یادگار دن تو 11 مئی 1998 کی تاریخ تھی، جب میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ مجھے استاد محترم مولانا محمد یوسف کبدانی کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین میں داخلہ ملا۔۔۔۔۔اور ایک المناک رات 13 جولائی 2018 کی تھی جب ایک بج کر بیس منٹ پر ان کے مبارک قدموں کو تھامے میرے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا کہ استاد محترم ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔

اس بیس سالہ طویل تعلق وصحبت کی داستان بڑی حسین اور طویل ہے، روحانی باپ بیٹے کے تعلق میں جو نشیب وفراز آتے ہیں وہ اس تعلق میں بھی آتے رہے مگر ہر دور میں ان کی شفقت سر پر سایہ کیئے رہی۔

غالباً اگست 2000ء کی بات ہے جب میرے والد گرامی قدر مولانا خلیفہ سعداللہ (جو استاد محترم کے عقیدت مندوں اور دوستوں میں سے تھے) حالت سفر میں دالبندین میں وفات پا گئے۔ استاد محترم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد جب میں مدرسہ میں استاد محترم کے سامنے بیٹھے یتیمی کے آنسو بہا رہا تھا تو آپ نے وہ جملہ ارشاد فرمایا جو مرتے دم تک آپ نے نبھائے رکھا کہ :

"محمود جان ! فکر مت کر، اب تمھارا باپ میں ہوں"۔

چنانچہ پورے زمانہ طالب علمی میں انھوں نے مجھے اپنی اولاد کی حیثیت سے محبت و شفقت سے نوازے رکھا ۔ دالبندین سے رحیم یار خان تک ،ڈھر کی سے کراچی تک میری ہر تعلیمی پیش رفت اور پروگرام میں ان کی رہنمائی اور تعاون ساتھ ساتھ رہا۔

درجہ ثالثہ میں انہوں نے مجھ سے ایک وعدہ لیا کہ فراغت کے بعد میرے مدرسہ میں خدمت انجام دوگے ! چنانچہ 2007ء میں دارالعلوم کراچی سے فراغت کے بعد ایک سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین میں تدریسی خدمات ان کی سر پرستی میں انجام دی ۔ اس دوران مدرسہ مالی بحران کا ایسا شکار ہوا کہ آپ نے ایک ہنگامی اجلاس بلایا اوراس میں تمام اساتذہ کو یہ کہہ کر ہلا دیا کہ :

"مدرسہ شدید مالی بحران کا شکار ہے ۔ اس مہینے کی تنخواہوں کا میں نے قرضہ لے کر بندوبست کیا ہے ۔ مگر اگلے مہینے کا کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ لہذا تم میں سے جو بھی مدرسہ چھوڑ کر جانا چاہے میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ، اور نہ میں ناراض ہوں گا۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی استاد کو مالی پریشانی لاحق ہو"۔

لیکن اکثر اساتذہ (مثلاً مولانا سعید احمد ریحان ، مولانا عبداللہ ترابی ، مولانا محمد یحیی کبدانی ، مولانا محمد اکرام ، مولانا محمد طاہر ، مولانا محمد سلیم خارانی وغیرہ)چونکہ آپ

کے تلامذہ تھے سب نے بیک زبان یہ کہا کہ ہمارا جینا مرنا آپ کے ساتھ ہے ۔ سال کے درمیان میں ہم آپ کو اور مدرسہ کو یوں چھوڑ کر نہیں جاسکتے ۔

اجلاس کے بعد جب آپ خاران کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو مجھے ایک طرف لے کر گئے اور فرمانے لگے کہ : "اجلاس میں میں نے اساتذہ کو جو پیشکش کی تھی کہ جو جانا چاہے جا سکتا ہے ، وہ پیشکش تمھارے لئے نہیں ہے ۔ مجھے کھانے کو کچھ ملا تو تم بھی کھاؤ گے ، اور مدرسہ میں خدمت کرو گے ۔ اگر کچھ نہ ملا تو میں بھی بھوکا اور تم بھی بھوکے رہو گے لہذا تم جانے کا سوچنا بھی مت" ۔

میں نے کہا کہ ""بے فکر رہیں استاد جی! میرا جینا مرنا بھی آپ کے ساتھ ہے" ۔

مگر "تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ" کے بمصداق مجھے اگلے سال (شوال 1429ھ) کو نابغہ خاران حضرت مولانا عبدالشکور کے پر زور اصرار پر دارالعلوم خاران سے وابستہ ہونا پڑا ۔ میرے اس غیر متوقع فیصلے پر استاد محترم تین سال تک شدید ناراض رہے ۔ ایک دفعہ میرے دوست حافظ عبدالکبیر صاحب سے گلہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ : "محمود نے مجھے چھوڑ کر ایک ایسا گہرا زخم لگا دیا کہ قبر تک مجھے اس کا درد محسوس ہوتا رہے گا" ۔ بہر حال میں اپنے طور پر منانے کی مسلسل اور بھر پور کوشش کرتا رہا مگر بے سود ۔ 4 مئ 2011ء کو بی آر سی تربت میں بطور لیکچرار تعیناتی کے بعد ناراضی کی یہ برف پگھلنے لگی ۔ بالآخر دوبارہ

انھوں نے تا دمِ مرگ اپنی شفقت کی چھاؤں میں ایسی جگہ دی کہ شفقت و محبت کے بعد سابقہ سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اس طویل کہانی کی تفصیلات پھر کبھی سہی ان شاء اللہ۔

زیر نظر رسالہ استاد محترم کے صرف ان احوال پر مشتمل ہے جو بیماری کے آخری دو دنوں میں پیش آئے جب میں انکی عیادت وخدمت کے لئے لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی پہنچا۔ ان کے علاوہ ان کا وہ یادگار انٹرویو بھی شامل ہے جو بالکل آخری دن میں ہم نے ان سے لیا۔ جس میں آپ کی زندگی کے بہت سے دل چسپ اور ایمان افروزاحوال شامل ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد محترم کو جنت الفردوس کی پُر لطف نعمتوں سے نوازے ، ان کے قائم کردہ علمی سرچشمہ مدرسہ کو تاقیامت آباد رکھے۔ ان کے صاحبزادوں اور تلامذہ کو مدرسہ کی ترقی و آبیاری میں اپنی صلاحیتیں خرچ کرنے کی توفیق دے ۔ ان کے معتقدین اور اور مریدین کو مدرسہ کے ساتھ بڑھ چڑھ کر تعاون کرنے کا جذبہ عطا فرمائے آمین۔

محمود خارانی

لیکچرار اسلامیات

بلوچستان ریزیڈنشل کالج تربت

یکم رجب 1440ھ/9 مارچ 2019ء

03343637312

saadikharani@gmail.com

ضروری اعلان

یہ خوشگوار اطلاع بھی ضروری ہے کہ اس مختصر رسالے کے بعد حضرت استاد کے مفصل سوانح حیات ترتیب دینے کا بھی ارادہ ہے بہت سے احباب نے اپنے مضامین بھیجے ہیں۔ مزید اگر کوئی لکھنا چاہے تو اپنی نگارشات جلد از جلد مجھے روانہ کرے تاکہ انہیں بھی شامل کیا جاسکے۔

مختصر سوانحِ خطیب بلوچستان حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی

رمضان المبارک 1439ھ کی ستائیس اور اٹھائیس کی درمیانی شب ایک بجکر تیس منٹ پر سر زمین بلوچستان ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت سے محروم

ہوگئی ۔جسے دنیا خطیب بلوچستان ،شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے ،مولانا موصوف کی سن پیدائش 1958ء ہے ۔آبائی وطن مٹی خاران ہے ۔ابتدائی درجات کی تعلیم مدرسہ سوردو پنجگور میں حاصل کرنے کے بعد ملک کے دیگر تعلیمی اداروں کا رخ کیا ،جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں وسطی درجات کی تکمیل کے بعد سندھ کے معروف دینی ادارہ 'دارالہدیٰ ٹھٹیری' میں کسب فیض کے لئے چلے گئے ،جہاں سے سن 1973ء میں فراغت حاصل کی ۔

آپ نے متنوع دینی و علمی خدمات انجام دیں ۔خطابت کے ایسے شہسوار تھے کہ متفقہ طور پر "خطیب بلوچستان "کے نام سے متعارف ہوئے ۔آپ کی فصاحت وبلاغت ، نکتہ رسی ، بذلہ سنجی اور تحقیق وتدقیق نے خطابت کو چار چاند لگایا تھا ۔رومی کی سوزوسازاور رازی کی پیچ وتاب آپ کی خطابت کے نمایاں اوصاف تھے ۔ تفسیر قرآن کا خصوصی ذوق پایا تھا ،قرطبی ،آلوسی ، رازی اور طبری جیسے معتبر تفاسیر آپ کے مطالعہ کے محور تھے ۔شیخ القرآن عبدالغنی جاجروی سے تفسیری فیض پایا تھا اورانہی کے طرز پر کئی سالوں سے مدارس کے ایام تعطیلات میں مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین میں طلباء کو تفسیر قرآن کا درس دیا کرتے تھے ۔تفسیر کے علاوہ فقہ وافتاء ، تحکیم وقضاء میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے ،علاقے کے تنازعات میں عام وخاص لوگ آپ سے رجوع کرتے تھے اورآپ بروقت اور

قلیل مدت میں منصفانہ انداز میں شرع انور کی روشنی میں ان کے مقدمات کا ایسا تصفیہ فرماتے تھے کہ فریقین دلی طور پر مطمئن ہو جاتے تھے ۔ اور اس حوالے سے آپ کے حامی و مخالفین سب آپ کی انصاف پسندی کے قائل تھے ۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم اسلامیہ و فنون دینیہ میں خصوصی ذوق سے نوازا تھا ۔ اپنی خداداد مہارت کی بدولت آپ نے تدریسی زندگی میں بیشتر کتابوں کا درس دیا اور طلبہ کو آپ کے درس میں خصوصی دل چسپی محسوس ہوتی تھی ۔ تدریسی میدان میں آپ ایک ہر دلعزیز مدرس کے طور پر جانے جاتے تھے ۔ آپ کے درسی افادات پر مشتمل کئی کتابوں کی شروحات کے مسودات موجود ہیں جن میں ارشاد الصرف اور نحو میر کی شروحات قبل ذکر ہیں ۔

آپ کا تصنیفی ذوق بھی قابل ذکر ہے آپ کے جوہر ریز قلم سے بہت سی کتابیں اور رسائل وجود میں آئے ۔ مطبوعہ کتابوں میں سے "سبیل النجاۃ" (عورتوں کی نماز کے لئے مسجد میں جانے کا جواز) اور "العروۃ الوثقیٰ" (گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت) بطور خاص قابل ذکر ہیں ۔ ان کے علاوہ تفسیر و حدیث اور صرف و نحو کے موضوعات پر آپ کی کتابوں اور رسائل کے مسودات فائلوں میں محفوظ ہیں ۔

علمی و تحقیقی زندگی کے ساتھ ساتھ عملی اور تحریکی زندگی میں بھی آپ نے نمایاں کارنامے انجام دئیے ۔ خصوصاً ضلع چاغی میں جمعیت علماء اسلام کی احیاء و تاسیس کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے ۔ آپ سے پہلے علاقے کے سرداروں اور

نوابوں کے ساتھ ٹھکراؤ کا سوچنا امر محال تھا، مگر آپ نے نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے کلمہ ء حق بلند کیا، جمعیت علماء اسلام کو علاقے میں فعال کیا، اس کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اور اسکے بعد خطے کے دیگر علماء اس سیاسی میدان کی طرف متوجہ ہوئے جس کا آغاز آپ نے کیا تھا۔ آپ کو جذبہ جہاد کا فرواں حصہ ملا تھا، روسی استعمار سے لیکر امریکی حملے تک آپ ببانگ دہل مجاہدین اسلام کی حمایت میں نظر آئے۔ جہاد وشہادت پر کئی دروس اور تفسیری مجالس منعقد کئے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کا روشن چہرہ واضح کیا۔ آپ کے عظیم کارناموں میں سے سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین کا قیام ہے جسے آپ نے بتاریخ۔۔۔۔۔۔۔ قائم کیا اور آج تک یہ گلشن آباد قائم ہے جس میں قاعدہ البغدادی سے لیکر دورہ حدیث تک کی تعلیم کا بندوبست ہے۔

آپ کے پسماندگان میں چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں، حافظ عبدالباسط صاحب، مولانا حافظ عبدالصمد صاحب، حافظ عبدالاحد صاحب اور محمد صاحب خصوصاً مولانا حافظ عبدالصمد صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے وہ متفقہ طور پر آپ کا جانشین نامزد کیا گیا ہے جسے حضرت رحمہ اللہ نے اپنی حیات میں نائب مہتمم مقرر کیا ہوا تھا۔

کوچہ جاناں میں

دالبندین میں آنے کی دعوت

کالج کی سالانہ تعطیلات میں میرا معمول شروع سے یہ چلا آرہا تھا کہ چند دن استاذ محترم مولانا محمد یوسف کبدانی کی خدمت میں گزارتا، امسال 1439ھ/2018ء کی مئی کے وسط میں ہماری چھٹیاں ہوئیں تو ایک دن حضرت الاستاذ نے مجھے فون کیا کہ چھٹیوں کے چند ایام میرے پاس آکر گزاریں، تاکہ کچھ علمی کاموں میں میرے ساتھ معاونت کرسکیں۔ میں نے بصد عجز واحترام یہ عذر پیش کیا کہ رمضان المبارک میں اپنے گاؤں سلام بیک میں درس قرآن دینے کا

معمول ہے ،لہذا رمضان کے آخر یا عید کے بعد ضرور حاضری دوں گا۔ تو فرمانے لگے :کہ پچیس رمضان کو دورۂ تفسیر کا اختتامی جلسہ ہے اس میں آجائیں اور پھر چند ایام عید تک ہمارے ساتھ گزاریں ،میں نے حامی بھر لی ،انھوں نے بھی بخوشی میرے عذر کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔

استاذ محترم کی بیماری کی اچانک اطلاع

رمضان کے پہلے دو عشروں میں موبائل نیٹ ورک بند ہونے کی وجہ سے میرا رابطہ استاذ محترم سے منقطع ہو گیا، غالبا اکیس رمضان کا دن تھا۔ گیارہ بجے نیٹ ورک بحال ہو گیا، تو سوشل میڈیا پر استاذ محترم کی علالت کی خبر اور دل فگار تصویریں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ فوراً آپ کا فون نمبر ملایا، مگر بند جا رہا تھا۔ صاحبزادوں سے بھی رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ ظہر کے وقت میرے بہنوئی محمد عمر نے اطلاع دی کہ استاد محترم شدید علیل ہیں اور بستر پر ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کسی وقت ان کے پاس جا کر میری ان سے بات کروائیں۔ مگر عصر کے وقت حافظ عبدالباسط سے میرا رابطہ ہوا تو کہنے لگے: ہم کوئٹہ میں ہیں، استاد محترم کی حالت اور بیماری کچھ ایسی ہے کہ ہم فوری طور پر کراچی جانے کے لئے پا بہ رکاب ہیں۔ یہ سن کر میرے اوسان خطا ہو گئے، کہ الٰہی! کیا ماجرا ہے؟

دل ہی میں تہیہ کر لیا کہ کل صبح مجھے بھی کراچی کے لئے روانہ ہو جانا چاہیئے، لیکن حافظ عبدالصمد نے فون پر اصرار کیا کہ آپ فی الوقت دالبندین آجائیں کہ ابو جان کی غیر موجودگی میں جو جلسے اور پروگرام ہونے ہیں ان میں آپ جیسے دوستو کی

شرکت و معاونت ضروری ہے۔چنانچہ میں نے بھی کراچی جانے کا پروگرام عارضی طور پر ملتوی کر دیا اور 22 رمضان 1439ھ بروزز جمعرات کی صبح اپنے رفیق خاص اور استاذ محترم کے خادم دیرینہ حافظ عبدالمنان کے ساتھ دالبندین روانہ ہوگیا۔

دالبندین کے جلسوں میں شرکت

23 رمضان المبارک کی رات مدینہ جامع مسجد دالبندین (جہاں استاذ محترم خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے) میں ختم قرآن کا پروگرام تھا، استاذ جی کی غیر موجودگی میں مجھے خطاب کرنا پڑا، ڈیڑھ گھنٹہ "معاشرے کی اصلاح میں دینی مدارس کا کردار" کے موضوع پر سامعین کی سمع خراشی کی ۔ بعد میں مولانا فرید اللہ ہری پوری کا خطاب ہوا، سحری سے پہلے دعا کے ساتھ یہ پروگرام ختم ہوگیا۔جمعہ کے دن مدرسہ والی رحمانی جامع مسجد میں "رمضان اورکسب حلال : ملازمت میں رائج حرام خوری کے متعدد طریقے" کے عنوان پر چند گزارشات پیش کیے، جن کا سامعین پر مفید اثر نظر آیا ۔ ہفتہ 24 رمضان المبارک افطار کے وقت مولانا حافظ عبدالصمد نے حکم دیا کہ مجمع عام سے اجتماعی دعا کرانا آپ کی ذمہ داری ہے ،25 رمضان کی رات کو جلسہ عام تھا ،جس میں دورۂ تفسیر ،دورۂ صرف و نحو اور دورۂ میراث کے شرکاء کو اسناد

وانعامات دینے کا جبکہ حفاظ کرام کی دستار بندی کا پروگرام تھا ، بطور اسٹیج سیکرٹری نظامت مجھے سنبھالنی پڑی ، مولانا عبدالولی ، مولانا عبداللہ ترابی ، مولانا فرید اللہ صاحب نے تقاریر کیں ۔ بہار علی بہار (آف تربت) وقفے وقفے سے اپنی پرسوز آواز کے ساتھ بمع ٹیم مجمع کو گرماتے رہے ، حمد و نظم و نعت کی صورت میں؛ نیز استاد محترم بذریعہ ویڈیو کال ہسپتال سے براہ راست محظوظ ہو رہے تھے ۔ جلسہ کا حسن انتظام مولانا عبدالصمد کی صلاحیتوں کا بہترین مظہر تھا ، سحری کے وقت جلسہ ختم ہوگیا۔ سحری کے بعد اگلا سفر کراچی کا طے ہوا۔ چنانچہ حافظ عبدالمنان کے ساتھ خاران روانہ ہوگیا۔ ڈیڑھ بجے خاران پہنچے ، ذاتی گاڑی وہیں چھوڑدی ، تین بجے بذریعہ بس کراچی کے لئے روانہ ہو گئے ۔ رات بھر سفر رہا۔ اگلی صبح 26 رمضان دس بجے لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی پہنچے جہاں پہلے سے حافظ عبدالباسط صاحب کے ساتھ مولانا شیر احمد ، مولوی محمد یحییٰ اور حسین احمد موجود تھے ۔

زندانِ کرب میں

کراچی ہسپتال میں استاذ محترم کی پیشانی پر بوسہ

ہسپتال پہنچنے کے بعد حافظ عبدالباسط نے ان کی صحت و علاج کے بارے میں تفصیلی بریفنگ شروع کی، تو میں سننے کی تاب نہ لاسکا، میری پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیااور پاؤں کی سکت ختم ہوتی جا رہی تھی، مجبوراً میں نے انہیں خاموش ہوجانے کا اشارہ کرتے ہوئے خود وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب میری طبعیت بحال ہوگئی تو اوپر کی منزل سے ملاقات کی اجازت مل گئی۔

میں استاذ محترم کے وارڈ تک پہنچ گیا، ان کی پیشانی پر محبت و عقیدت کا وہ بوسہ دیا جو سوشل میڈیا میں وائرل ہو گیا، جسے میں زندگی کی آخری سعادت اور اثاثہ سمجھتا ہوں۔

رنگین ہے ہم سے قصۂ مہر وفا کہ ہم
اپنی وفا کا رنگ ترے رُخ پر مل گئے

سب سے پہلے میں نے اپنے سفر کے احوال بتادیے۔ مدرسہ اور جلسہ کے بارے میں مختصر تفصیلات بتادیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ آپ کی غیر موجودگی میں الحمدللہ جلسہ قابل رشک حد تک کامیاب رہااور اس کامیابی کے پیچھے آپ کے فرزند

ارجمند مولانا حافظ عبدالصمد کی محنت ، خلوصاور احساس ذمہ داری کا جذبہ کار فرما تھا ۔میں نے خود انہیں دیکھا کہ صبح سے لیکر شام تک وہ مسلسل تمام کاموں کی نگرانی ایسے انداز میں کررہے تھے کہ ان کے لب بالکل خشک ہو چکے تھے ، ان میں خشکی کی وجہ سے زخم پڑ گئے تھے ۔ یہ باتیں سُن کر انھوں نے اظہار مسرت واطمینان فرمایا ۔

استاد محترم کے سامنے دومنٹ کی" تقریر"

آپ کے چہرے پر افسردگی نمایاں تھی ، علالت کی پریشانی اپنی جگہ ، مگر سابقہ ذہنی کوفت کے اثرات بہت واضح تھے ،چنانچہ انہیں تسلی دینے کی غرض سے میں نے نہایت عاجزی اور ادب کے ساتھ جسارت کرتے ہوئے دو منٹ کی تقریر ان کے سامنے کی ، ایک ہاتھ ان کے سر پر اور دوسرا ان کے سینے پر رکھ کر میں نے عرض کیا کہ : ہم نے آپ ہی سے "العلماء ورثۃالانبیاء "والی حدیث پڑھی ہے ۔ آج آپ جس آزمائش اور ابتلاء سے گزر رہے ہیں ، یقینا یہ تکلیف دہ اور پریشان کن ہیں ، طبعی طور پر پریشان ہونا بشری تقاضا ہے مگر عقلی اور اصولی طور پر آپ کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کو مسرت اور خوشی ہونی چاہیئے کہ انبیاء کی نسبت حاصل ہو رہی ہے ۔ جو "أشد الناس بلاء " تھے ، وہی حالات اور وہی

کیفیات آپ پر گزر رہی ہیں ۔ آپ کو دلی طور پر احساسِ مسرت واطمینان سے سرشار ہونا چاہیے ۔

پھر یہ بھی عرض کیا کہ کل دالبندین میں آپ کی مسند حدیث پر درس حدیث دینے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی تھی جس میں امام بخاری کے حالات اور معاصرین کی طرف سے پیش آمدہ ابتلاءات اور آزمائشیں میں نے تفصیل سے بیان کی ہیں جس میں ہمارے لئے یہ سبق موجود ہے کہ علم حدیث سے اشتغال اور آزمائشوں سے دوچار ہونا لازم ملزوم ہیں ۔ اور آپ بھی اسی قافلے کا حصہ ہیں ۔ لہذا ان پریشان کن امور کا پیش آنا معمول کی بات ہے ۔

اس کے بعد جب میں نے ایک مشہور حدیث اور اس کی ایک خاص تشریح سنائی تو آپ نے حیرت و مسرت کا پُر کیف اظہار فرمایا ۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے :

"تَرَکتُ فِیکُم أَمرَینِ : لَن تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکتُم بِهِمَا کِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُولِه "

"ترجمہ : میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو جاؤ گے ۔ 1 ۔ قرآن مجید 2 ۔ سنت رسول "

اس کی توجیہ و تشریح میں نے یہ کی کہ چونکہ جن مسائل میں آپ اختلافی رائے رکھتے ہیں آپ عموماً اپنے موقف کے لئے احادیث طیبہ سے استدلال کرتے

ہیں ،اوراسی مسئلہ پر ائمہ سلف انہی احادیث سے استدلال کر چکے ہیں ۔ اوراحادیث سے استدلال کرنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ضمانت جناب رسول اللہ ﷺ خود دے چکے ہیں ۔ لہذا آپ کو ان لوگوں کے فتووں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ،جنھوں نے محض اختلافی اور فروعی مسائل کی وجہ سے آپ پر گمراہ ،بے دین ، ملحد اور زندیق ہونے کا فتوی لگا دیا ہے ۔ کیونکہ ان کی یہ رائے مذکورہ حدیث سے متصادم ہے ۔

میری اس توجیہ وتشریح پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی تحسین آمیز لہجے میں فرمایا : "اچھا! آپ نے یہ تشریح کی ہے ؟"

میں نے کہا : "جی ہاں !یہ سب آپ ہی کا فیض ہے میں خود کچھ نہیں ہوں"

بندوں کے حقوق کی معافی کا غم اوراہتمام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "جس شخص کے ذمہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو (مثلا غیبت کی ہو یا اس کو مالی نقصان پہنچایا ہو) تو اس کو چاہیے کہ آج (دنیا میں) ان حق تلفیوں کو اس سے معاف کرائے ،قبل اس کے کہ (قیامت میں)اس کے پاس نہ دینار ہو گا نہ درہم ،اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس مظلوم بھائی کی برائیاں لے کر اس کے اوپر لادی جائیں گی" (مشکوۃ)

آپ چونکہ شیدائی سنت تھے ، اس لئے آپ کو ان آخری لمحات میں بندوں کے حقوق کی جو فکر تھی ، اس کی ایک جھلک اس وقت سامنے آئی ، جب ادھر ہسپتال ہی میں آپ کے بھتیجے مولوی محمود (خطیب بلوچ مسجد کراچی) آئے اور کسی سے فون پر بات کر کے آپ کو پکڑا دی کہ ابو جان سے بات فرمائیں ، دوسری طرف فون پر آپ کے بھائی حاجی جمعہ کبدانی تھے ، ان سے حال احوال کے بعد آپ نے مولوی محمود کو مخاطب کر کے نحیف آواز میں کچھ کہا ، انہیں سمجھ میں نہ آیا ، ذرا کان قریب کر کے دوبارہ استفسار کیا تو آپ نے دلدوز اور دلگیر آواز کے ساتھ فرمایا کہ : "آپ کے ابو نے اپنے حقوق مجھے معاف کر دئیے ، لہذا آپ بھی اپنے حقوق معاف کیجئے" ۔۔۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہی آپ کے آنسو چھلک پڑے ، مولوی محمود نے بھی روتے ہوئے کہا کہ : میں آپ پر قربان ! آپ پر ہمارے کیا حقوق ؟ آپ اپنے حقوق ہمیں معاف فرمائیں "الغرض کچھ لمحات کے لئے میں مبہوت کھڑا یہ دل فگار منظر دیکھ رہا تھا کہ وارثانِ انبیاء کی شان دیکھئے کہ اس کرب والم اور بیماری کے عالم میں ، جب سب چاہنے والے خود ان کے لئے فکر مند اور درمند ہیں ، کون ظالم ہوگا جو اس حالت میں بھی ان کو اپنے حقوق معاف نہ کر دے ، مگر انہیں فکر آخرت کا ایسا غلبہ تھا کہ بذات خود ہر کسی سے معافی مانگ رہا ہے ۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری کہ آشیاں کسی شاخِ نازک پہ بار نہ ہو

آخری وصیت اور آخری خواہش

عرصہ دراز سے دالبندین کے علمی حلقوں میں بعض فقہی مسائل پر بحث کا بازار گرم تھا، استاذ محترم کے موقف کے مقابلے میں دیگر علاقائی علماء ایک طرف تھے، اختلاف و مخالفت میں بڑی شدت آئی تھی، اس کا شدید اثر استاد محترم کے دل و دماغ پر پڑا تھا۔

ہسپتال کے انہی لمحات میں آپ بار بار اسی معاملے پر گفتگو کی کوشش کرتے، ہم تسلی دیتے ہوئے منع کر دیتے کہ آپ اس حالت میں اپنے دل و دماغ کو اس بوجھ میں نہ ڈالیں، یہ باتیں بھول جائیں، مگر آپ پر ان کیفیات کا ایسا غلبہ تھا کہ چاہتے ہوئے بھی وہ دل و دماغ کو ان معاملات سے آزاد نہ کر پا رہے تھے۔ فیضؔ کی زبان میں آپ کی حالت کچھ یوں تھی۔

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری

تنہا پسِ زنداں، کبھی رسوا سرِ بازار

گرجے بہت شیخ سرِ گوشۂ منبر

کڑکے ہیں بہت اہلِ حکم بر سرِ دربار

چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوکِ دشنام

چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرزِ ملامت

اس عشق، نہ اس عشق پہ نادم ہے مگر دل

ہر داغ ہے اس دل میں بجز داغِ ندامت

ایک صاحبِ علم کا بطور خاص دل گرفتہ انداز میں تذکرہ فرمایا اور ان سے اپنی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ، دلی دکھ اور رنجیدگی بڑی شدید تھی ۔ پھر مجھے کچھ علمی وصیت فرمائی کہ یہ یہ کام ضرور کرنا ، میں نے ان کی تسلی اور دل جوئی کے لئے حامی بھرلی ۔

کچھ دیر بعد میں نے کہا کہ : "ابا جی ! میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ کی زیارت کر کے واپس خاران چلا جاؤں کہ عید قریب ہے اور پھر عید کے بعد دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں ، مگر اب آپ کی حالت دیکھ کر جانے پر دل آمادہ نہیں ہو رہا، باقی آپ کا جو حکم ہو تو میں حاضر ہوں "

فرمایا کہ :"خاران جانے کی بجائے مدرسہ دالبندین جاؤ، وہاں عید سنبھالنا ہے میری غیر موجودگی میں " میں نے کہا کہ ہم نے عید کا بندوبست کر لیا ہے حافظ عبدالصمد کے ساتھ مولوی اکرام معاونت کرے گا، تو اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ "میری طرف سے جانے کی اجازت ہے ، کیونکہ مجھے خود احساس ہے کہ ہر انسان کے اپنے کام ہوتے ہیں ، ہر ایک کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں ، نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی تکلیف میں پڑے "اجازت ملنے کے باوجود میرا دل جدائی کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا ۔

بیماری کے حوالے سے ایک ہوشربا انکشاف

صبح دس بجے جب ہم ہسپتال پہنچے تھے، تو نیچے کی منزل میں حافظ عبدالباسط صاحب نے ہمیں تفصیلی بریفینگ دی تھی، جو اگرچہ اس وقت میرے لئے ناقابل برداشت تھی اور بلڈپریشر کی وجہ سے میری حالت غیر ہوگئ تھی، مگراب شام چار بجے کے قریب جب میں اوپر کی منزل میں استاد محترم کے پاس تھا اور خدمت و زیارت میں مصروف، تو باقی احباب بھی یکے بعد دیگرے سب اوپر تشریف لے آئے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ذرا ایک طرف لیجاکر مجھے کہا کہ استاد محترم کی بیماری کی اصل صورت حال سے ہم نے حافظ عبدالباسط کو بھی ابھی تک آگاہ نہیں کیا ہے کہ فرزند ہونے کے ناطے ان کی پریشانیاں بڑھ جائیں گی، اب آپ کو بتانے لگا ہوں کہ سربراہ ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ، "استاد محترم کے معدے کے تین حصوں میں سے دو حصے بالکل ناکارہ ہوچکے ہیں، اور صرف ایک حصہ رہتا ہے وہ بھی نہایت متاثر ہے"۔

یہ سن کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے، انھوں نے مزید بتایا کہ یہاں کے مقامی احباب خصوصاً مولانا ولی اللہ صاحب وغیرہ نے مشورہ دیا ہے کہ اب علاج ممکن نہیں ہے، مولانا محمد اسماعیل ماشکیل والے کے ساتھ یہی حالت پیش آئی، آخر

تک ہسپتال والے پیسے بٹورتے رہے مگر علاج نہ ہو سکااور لاش مل گئی ،لھذا حضرت کو واپس دالبندین لیجاؤ، تاکہ زندگی کے جتنے ایام اور لمحات باقی ہیں وہ اپنے بچوں کے ساتھ گزارے ،مریدین اور معتقدین بھی ان کی زیارت کر سکیں ،یہ خدائی فیصلے ہیں ہم سب بے بس ہیں"

یہ تفصیلات سن کر میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی ،اب حواس پر بڑی مشکل سے قابو پاکر ہم نے سنجیدہ انداز میں سوچنا شروع کیا کہ اب کیا کرنا ہے ؟

اہل وعیال کو کراچی بلانے کا فیصلہ

مولوی محمد یحییٰ صاحب نے جب حقیقی صورت حال میرے سامنے رکھی تو میں نے کہا کہ پھر تو ضروری ہے کہ حافظ عبدالصمد صاحب کو بھی بلائیں اور ان کے ساتھ محترمہ امی جان کو بھی ،کہنے لگے کہ ہم نے کئی بار حافظ صاحب کو اشارۃً بلایا ہے مگر فون پر اصل صورت حال بتا کر وہاں کے لوگوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا ،چونکہ حافظ عبدالصمد صاحب مدرسہ کے انتظام وانصرام میں ایسے مصروف ہیں کہ ان کے لئے نکلنا مشکل ہے ،اگر آپ خود ان سے بات کریں تو شاید وہ آنے کے لئے تیار ہو جائیں ۔

میں نے حافظ عبدالباسط کی ذمہ داری لگائی کہ آپ فون پر کسی مناسب طریقے سے امی جان کو فوراً کراچی آنے کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کریں اور میں خود حافظ عبدالصمد سے رابطہ کرنے لگا۔ اور اسے فون پر بتایا کہ : استاد محترم کی طبعیت کچھ اس طرح ہے کہ انہیں عید کے بعد تک بھی ہسپتال میں رہنا ہے لہذا آپ ابھی ایک دو دن کے لئے امی جان کو ساتھ لیکر آجائیں، کیونکہ عید قریب ہے پھر آنے کا موقع نہیں ملے گا۔ وہ راضی ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے امی جان اور عمر کے لحاظ سے پہلی دو بہنوں کو لیکر اسی شام دالبندین سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت ہمیں یہ بات پسند نہ آئی کہ دونوں بہنوں کو اپنے معصوم بچوں کے ساتھ کیوں تکلیف میں ڈال کر لا رہے ہیں۔ مگر بعد میں ان کا یہی فیصلہ ہمارے لئے اطمینان کا بڑا ذریعہ بن گیا کہ شکر ہے کہ وہ بھی ساتھ آئے اور آخری لمحات میں انہیں دید و زیارت کا موقع مل گیا، وگرنہ زندگی بھر وہ بھی اسی طرح افسوس وارمان کے کرب سے گزرتیں، جس طرح آپ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی حسرت وافسوس کی کیفیت میں زندگی بسر کر رہی ہے، کیونکہ وہ دالبندین میں رہ گئی تھی۔

بلوچ سیاست دانوں کا سنگدلانہ رویہ

استاذ محترم کی بیماری بڑی سنگین نوعیت کی تھی، دوسری طرف ہسپتال انتظامیہ کی سرد مہری، رپورٹ آنے میں تاخیری حربے، آئے روز نئی تاریخ دینے کا سلسلہ، اور بھاری بھرکم اور ناقابل برداشت اخراجات؛ اس پس منظر میں باہمی مشورے سے یہ طے ہوا کہ ہمارے چند مقامی سیاست دان اسلام آباد کے بلند وبالا ایوانوں میں براجمان ہیں، کیوں نہ ان سے رابطہ کریں شاید وہ اس سلسلے میں کچھ مدد کرسکیں، مالی نہ سہی، کم از کم اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے ہسپتال انتظامیہ کو مجبور کریں کہ ہمارے ٹیسٹ رپورٹس وغیرہ بروقت پیش کرے، اور علاج معالجے میں کوئی کوتاہی نہ برتے؛ کہ یہ بیمار شخصیت پورے بلوچ بیلٹ کے لئے متاعِ بے بہا ہے۔

دوستوں نے میری ذمہ داری لگائی کہ فلاں سیاست دان سے رابطہ کر کے کوئی سبیل نکالیں، ایک دوست نے انکے رابطے نمبر دیئے، فون ملایا، تو بند، واٹس اپ پر کوشش کی تو آف لائن، چار بجکر چوالیس منٹ پر موبائل نمبر پر یہ میسج بھیجا: "السلام علیکم! سر جی! میں لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی سے آپ سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں، مولانا محمد یوسف دالبندین والے کی بیماری اور علاج کے سلسلے میں آپ سے مشاورت کرنی ہے" مگر جواب نہ دارد۔ پھر رات گیارہ بجے اس شخصیت

کے بھائی کے نمبر پر اسی طرح کا ایک میسج بھیجا تو پندرہ منٹ بعد گیارہ بجکر انیس منٹ پر ان کا جواب موصول ہوا۔ (جی بتائیں میں حاضر ہوں)۔ میں نے جواب میں اپنا یو فون نمبر لکھ کر کہا کہ میں اس نمبر سے رابطہ کرتا ہوں۔ جب فون ملایا تو کوئی کال اٹھانے والا نہیں، دل ہی دل میں حسرت و یاس کی دردناک لہریں اٹھ گئیں۔

ایک اور سیاستدان نے اسی دن لگ بھگ پانچ چھ بجے کے وقت کسی سے نمبر لیکر رابطہ کیا، اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں فلاں آدمی ہوں، میں بھی غائبانہ انہیں جانتا تھا نامی گرامی سیاست دان اور نہایت امیر و دولت مند ہیں۔ کہنے لگے کہ واجہ کی طبعیت کیسی ہے، میں نے صورت حال بتا دی، پھر کہنے لگے کہ آپ کون ہیں میں نے کہا کہ ان کا خادم ہوں، صاحبزادوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا فی الحال وہ ادھر موجود نہیں ہیں۔ کہنے لگے: جب آئیں تو انہیں بتانا کہ میں نے فون کیا ہے"۔ میں نے کہا: حاضر جناب!

مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ان حضرات کو صرف اپنی حاضری لگوانے کی فکر ہے کہ ہم نے فون کیا ہے۔ بس یہی کافی ہے۔ یہ تک نہ پوچھا کہ ہمارے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو ہم حاضر ہیںحالانکہ ان صاحب کے بھی اسلام آباد کے ایوان اقتدار تک بھی بڑے اچھے مراسم تھے، کسی نے سچ کہا ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ دل پر چوٹ لگی کہ ہمارے ارباب بست کشاد کو پتہ نہیں کہ وہ کیا ہستی کھو رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہسپتال سے منتقلی کا مشکل فیصلہ

ایک بیمار کے لئے سب سے مناسب جگہ ہسپتال ہی ہوتی ہے ، مگر ہم سب نے متفقہ طور پر انہیں نیول کالونی کراچی میں منتقل کرنے کا فیصلہ چند ناگزیر وجوہات سے کیا :

ہم باربار یہ سوچ رہے تھے کہ ٹیسٹ رپورٹ آنے میں بڑی تاخیر ہو رہی ہے ،اور بقول ڈاکٹر کے جب تک وہ رپورٹ نہ آئے علاج شروع نہیں ہو سکتا ،صرف انتظار کرنا ہوگا ،ہسپتال میں چاغی کے ایک نوجوان ڈاکٹر جناب سیف اللہ صاحب بھی موجود تھے ۔ بڑے ہمدرد اور ملنسار انسان ہیں ، ہم نے انہیں اپنی اس رائے سے آگاہ کیا کہ ہم واجہ کو ایک مکان ہی منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں یہ انتظار کے دن گزاریں گے اور جو معمول کے انجکشن اور ڈرپ وغیرہ لگانے ہیں وہ ادھر ہی گھر پر لگائیں گے جب تک رپورٹ آجائے ،انہوں نے اس تجویز کی حمایت کر کے کہا کہ یہاں ہسپتال میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ،جب تک رپورٹ نہ آئے ،سوائے اخراجات بڑھنے کے ، لہذا آپ لوگ مکان میں منتقل ہو جائیں ۔

دوسری طرف اخراجات کی صورت حال یہ تھی کہ روزانہ کوئی نہ کوئی بل لاکر پیش کرتے ،ہزاروں روپے روزانہ بٹورلیتے اوراس کے بدلے میں صرف یہی درد ،طاقت اور کمزوری کے ازالہ کے لئے انجکشن اور ڈرپ ہیں ،اور کچھ نہیں ،یہ اخراجات بڑی تیزی کے ساتھ ہماری گنجائش کے دائرے سے باہر ہورہے تھے ،یہ انجکشن اور ڈرپ تو گھر میں بھی لگائے جاسکتے ہیں ،مفت میں ہسپتال کے فیس ،کرایہ اوراخراجات کیوں بھریں ؟۔

اس کے علاوہ استاد محترم خود بھی ہسپتال کے ماحول میں بڑی گھٹن محسوس کررہے تھے ۔ایک دفعہ کہا بھی کہ ہسپتال کا عملہ بڑی بے دردی سے چارپائیاں الٹ پلٹ کرکے اِدھر اُدھر لیجاتے ہیں ،ان کی ایسی دردناک آواز کانوں کو پھاڑ دیتی ہے ۔کبھی نیند میں ہوں تواس کرخت آواز سے اچانک اٹھتا ہوں تو دل دھک دھک کررہ جاتا ہے ،دماغ میں چنگاریاں اڑتی ہیں ۔مجھے کسی نہ کسی طرح شوروغل کے اس کرب ناک ماحول سے نکالیں، میرے لئے یہ تکلیف بہت اذیت ناک ہے ،نہ دن کو آرام ہے نہ رات کو۔ان کے علاوہ مریضوں کی چیخ وپکاراورآہ و بکا میرے لئے سوہان روح بنی ہوتی ہیں ،لہذاہسپتال سے مکان میں منتقل ہوجائیں تاکہ تھوڑاآرام کا موقع تو ملے ۔

بناءبریں سب کا فیصلہ یہی ہوا کہ نیول کالونی منتقل ہوجائیں ۔ہسپتال سے کاغذی کارروائی سے فراغت پاکر باہر نکلے ۔استاد جی کو وہیل چیئر پر بٹھا کر میں نے

باہر لایا، ایمبولینس پر سوار کیا، باقی احباب بھی سوار ہو گئے ۔ اور انہیں روانہ کیا، میں حافظ عبدالمنان کو لیکر افطار کی تلاش میں نکلا، افطار کے بعد لی مارکیٹ گئے وہاں کھانا کھایا، اور باقی احباب کے لئے یہیں سے کھانا خرید کر نیول کالونی روانہ ہو گئے ۔

نیول کالونی پہنچے، تو اس مکان میں استاذ محترم کی حالت بہت نازک ہو گئی تھی کیونکہ کئی دنوں سے ائیر کنڈیشن کے ماحول میں رہے تھے اب اچانک حبس اور گرمی کے ماحول میں آنا اس کے لئے تکلیف دہ تھا۔ مجھے کہنے لگے کہ اس ماحول میں رہنا بہت مشکل ہے ۔ میں نے آپ کی قمیص نکالی (جو پہلی اور آخری دفعہ نکالنا ہوا بعد میں وفات تک وہ قمیص پہننے کا موقع نہ آیا اور یہی قمیص اب میرے پاس محفوظ ہے، جو میری خواہش پر محترمہ امی صاحبہ نے مجھے عنایت فرمائی، کہ یہ آپ کے استاد کی یادگار ہے آپ کے پاس رہے، اللہ تعالیٰ اس عنایت کے بدلے میں امی جان صاحبہ کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب کرے آمین) ایک بڑی چادر کو بھگو کر ڈال دیا، اور پنکھے کی ہوا اسے لگ کر خوشگوار بنا رہی تھی، آپ نے سکھ کا سانس لیا اور فرمانے لگے : "اب اچھا ہے اگر مسلسل اسی طرح ہو جائے تو گزارہ ہو جائے گا "میں نے کہا : آپ بے فکر رہیں، آرام کریں ہم صبح تک جاگیں گے اور چادر کو خشک ہونے نہ دیں گے، انشاء اللہ، اوپر والے کمرے میں جب اے سی ٹھیک ہو جائے تو آپ کو اوپر منتقل کر دیں گے"۔

مکان کی بالائی منزل میں منتقلی

نیول کالونی کراچی میں واقع یہ مکان حاجی امان اللہ صاحب دالبندین والے کا ہے ،جو استاذ محترم کے دیرینہ ، مخلص اور وفادار رفقاء میں سے ایک ہیں ،ان کا یہ مکان دو منزلہ ہے ،ہر منزل تین کمروں ، کچن ،واش روم اور برآمدے پر مشتمل ہے ۔باقی کمروں میں بجلی کے پنکھوں کی سہولت موجود ہے ،جبکہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں اے سی کی سہولت دستیاب ہے ، مگرفی الحال اس میں کچھ فنی خرابی تھی ،الیکٹرک سے وابستہ ماہرین کو بلایا گیا اور وہ اس کی مرمت اور درستگی میں لگ گئے ۔اس دوران نیچے کی منزل میں استاذ محترم بھگوئے چادر اور پنکھے کے نیچے آرام فرماتھے ۔رات تقریباگیارہ بجے کے بعد اے سی بحال ہونے پر استاذ محترم دوسرے احباب کے کندھوں کے سہارے اپنی قدموں پر چل کراوپر چڑھ گئے اور اے سی والے کمرے میں فروکش ہو گئے ۔

اب رات بھی کافی گزرچکی تھی تو مشورہ یہی ہواکہ مولوی شیر احمد صاحب اور حافظ عبدالباسط صاحب خدمت و تیمارداری کی غرض سے رات اسی کمرے میں استاذ محترم کے پاس گزاریں ،باقی احباب نیچے کمرے میں آرام کریں ،الحمدللہ یہ

رات بخیر وخوبی گزر گئی ، حسین احمد متعلقہ دوائیاں دینے اور انجکشن اور ڈرپ وغیرہ لگانے کی ذمہ داری بحسن وخوبی دے رہے تھے ۔

سحری کے بعد ہم نے بھی جاکر استاذ محترم کی خیریت دریافت کی ، اطمینان حاصل کرنے کے بعد واپس اپنے کمرے میں آ گئے ، اور قدرے سکون کا سانس لیا۔

اگلی صبح اہل خانہ کی کراچی آمد

اگلی صبح یعنی 27 رمضان المبارک 1439ھ بمطابق 12 جون 2018ء تقریباً آٹھ نو بجے حافظ عبدالصمد امی اور دونوں بڑی بہنوں اور ان کے معصوم بچوں کے ساتھ کراچی پہنچ گئے ۔ آج آپ کی زندگی کا آخری دن تھا ۔

آپ کو اپنے بچوں سے کتنی محبت و شفقت کا تعلق تھا ، اور معصوم بچوں کے جذبات کا آپ کتنا خیال رکھتے تھے ، اس کا اندازہ آج کے ایک واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب یہ سارے لوگ بالائی منزل میں آپ کے کمرے میں پہنچے تو آپ نے ان کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اتنی دور سے آپ لوگوں نے آکر بڑی تکلیف اٹھائی ہے ۔ رمضان میں روزے کی حالت میں اتنی تکلیف دینا مناسب نہ تھا۔ اس موقع پر مجھے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع کا

وہ واقعہ یاد آیا جو شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ وفات سے دس روز پہلے جو رمضان کا مہینہ ختم ہوا، اس میں وقتاً فوقتاً آپ کی طبیعت بگڑنے لگتی تھی، دل کی تکلیف بار بار ہونے لگی تھی، جب یہ رمضان المبارک ختم ہوگیا تو ایک دن حسرت کے ساتھ فرمانے لگے کہ :

"اس رمضان میں جب میری طبیعت بار بار خراب ہوتی تو بعض اوقات یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس مبارک مہینے کی موت کی سعادت عطا فرما دیں ، لیکن میرا بھی عجیب حال ہے ، اس خیال کے باوجود میں اس بات کی تمنا اور دعا نہ کر سکا کہ میرا انتقال رمضان میں ہو، کیونکہ مجھے خیال یہ تھا کہ اگر یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا تو "اوپر والوں کو" (یعنی تجہیز و تکفین کے منتظمین اور اس میں شرکت کرنے والوں کو) بہت تکلیف ہوگی"

الغرض استاد محترم مولانا محمد یوسف کو بھی اپنے اہل عیال کی اس تکلیف کا شدید احساس تھا۔ بعد میں آپ نے اپنی صاحبزادی (ام عبدالرؤف بن مولانا عبدالرؤف) سے کہا کہ کونے میں میرا قمیص لٹکا ہوا ہے ، اس کے جیب سے کچھ پیسے نکال کر معصوم بچوں کو دے دو ، تاکہ خوش ہو جائیں ۔ آپ خود لیٹے ہوئے تھے ، اٹھنا مشکل تھا ، بیماری اور کرب کا عالم تھا۔ مگر ان تمام عوارض اور تکلیفوں کے باوجود بچوں سے ایسی شفقت کا مظاہرہ وہی کرتا ہے جس کے رگ و ریشہ میں اتباع سنت کا جذبہ سرایت کر چکا ہو، حدیث پاک میں ہے ۔

"مَن لَم یَرحَم صَغِیرَنا وَلَم یُوَقِّر کَبِیرَنا فَلَیسَ مِنَّا"

ترجمہ : جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

آپ نے تا دم واپسیں اتباع سنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، الغرض آج صبح طبعیت بھی ذرا بہتری کی طرف جارہی تھی ،چنانچہ یہ ساعات بچوں اور نواسوں کے ساتھ بڑے خوشگوار انداز میں گزارے۔

حکیم کی دوائیوں کا اثر

ابتدائی دنوں سے ایک حکیم صاحب سے علاج کا سلسلہ جاری تھا ،شہد ،خوراک کا ایک معجون اور زیتون کے تیل کی مالش جیسی چیزوں سے علاج ومعالجہ بھی چل رہا تھا ۔ان سے تھوڑی سے امید افزاء بات یہ تھی کہ کسی نہ کسی حد تک کھانے کی طلب پیدا ہوتی تھی ۔اگرچہ کسی بھی ثقیل خوراک کو حلق سے اتارنا نہایت ہی مشکل تھا۔

آج آخری دن تھا ۔اہل خانہ بھی آئے ہوئے تھے ، صبح سے ظہر تک ان سے ملاقات اور خیریت اور خبر گیری جاری رہی ۔ ہمیں اطلاع ملتی رہی کہ استاد جی کی طبعیت الحمدللہ آج قدرے بہتر ہے ،جبسے ہم حکیم صاحب کی دوائیوں اور علاج کا

مثبت اثر سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ فیصلہ ایزدی تھا کہ آج آخری دن اپنے بچوں اور اہل خانہ سے ملنے اور گپ شپ کا انہیں موقع ملے ۔ اگر چہ ان کی یہ ملاقات اور محفل کرب والم کی ایک داستان سے کم نہ تھی ۔ داغ ہی داغ نظر آتے ہیں

کس طرح قلب و جگر کو دیکھوں
نہ وہ محفل ہے نہ وہ پروانے
خاک اے شمع ! سحر کو دیکھوں

آخری اور یادگار انٹرویو

ایک زلزلہ خیز خیال اور کلیجہ شکن ارادہ

ظہر کی نماز کے بعد اوپر آکر ہم سب احباب نے استاد محترم کی خیریت دریافت کی ، قدرے بہتری پاکر اطمینان ہوا۔ واپس نیچے چلے گئے ۔ اپنے کمرے

میں بیٹھے ،لیٹے اور دوستوں سے گپ شپ کرتے کرتے بار بار ایک خیال بجلی بن کر میرے دماغ پر کوندتا ، میں اسے جھٹک کر کچھ اور سوچنے لگتا ، مگر وہ خیال میرے دماغ پر ایک بھکاری کی طرح دستک دے رہا تھا ۔ یہ خیال آتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں ، مگر خیال ہے کہ جانے کا نام نہیں لیتا۔ سب سے پہلے مولانا حافظ عبدالصمد کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھا ،اتفاق سے اس وقت وہ میرے ساتھ ادھر نیچے کمرے میں موجود تھے ،میں نے ان سے کہا :"موت وحیات خدائی فیصلے ہیں ،نہ جانے یہ شمع کب بجھ جائے ،کیوں نہ ہم ان سے ایک مختصر انٹرویو لے لیں ،جس میں ان کی زندگی کے مختصر احوال ، تعلیمی زندگی اور دینی خدمات کے بارے میں کچھ سوالات ہوں ،تاکہ بعد میں ہمیں کف افسوس ملنا نہ پڑے ،جب ان کے سوانح حیات لکھنے کا مرحلہ آئے" ۔ حافظ صاحب نے میری بات سے اتفاق کیا ،اور ہم اوپر کی منزل میں استاد محترم کے پاس پہنچ گئے ،جہاں دوسرے احباب مولانا شیر احمد ،حاجی تاج محمد کبدانی وغیرہ احباب تشریف فرما تھے ،آہستہ آواز کے ساتھ مولانا شیر احمد کے سامنے اپنے اس دلدوز اور زلزلہ انگیز خیال کا اظہار کیا ،انہوں نے بھی تائید کی ۔

کاغذ و قلم لیکر آپ کے سینے کے برابر بیٹھ گیا ،اور دھڑکتے دل پر بھاری پتھر رکھ کر ایک مختصر تمہیدی گفتگو شروع کی کہ :

"ابا جی !آپ کا مبارک سایہ ہمارے لئے متاع عزیز ہے ، ہم سب کی دلی خواہش ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں، آپ ہمارے اوپر سایہ فگن رہیں ، مگر کائنات کا اپنا ایک نظام ہے ،خدا اپنے فیصلوں کی حکمتیں خود بہتر جانتا ہے ، ہماری خواہش سے ان کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ۔ لہذا ہم نے یہ مشورہ کیا ہے کہ آپ سے ایک مختصر انٹرویو لے لیں ،جس میں آپ صرف وہ باتیں ہماری گوش گزار فرمائیں جو ہمیں معلوم نہیں ہیں اور صرف آپ ہی اس کے مستند ذریعہ ہیں ، تاکہ یہ باتیں ہمارے لئے ایمان افروزاور مشعل راہ بنی رہیں" ۔

شروع میں استاد جی کو تامل ہوا اور فرمانے لگے کہ :"میں کیااور میرے حالات زندگی کیا ؟جو لکھنے کے قابل ہوں "مگر ہم نے مؤدبانہ اصرار جاری رکھا تو کہنے لگے :"میری ساری زندگی آپ لوگوں کے سامنے گزری ہے ،خود دیکھی ہے تمام احوال سے آپ لوگ واقف ہیں" میں نے کہا :بجا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل عرصے سے آپ کی صحبت ورفاقت سے نوازا ہے تاہم بہت سی باتیں اوریادیں ایسی ہیں جو پردہ اخفاء میں ہیں "توآمادہ ہو گئے ۔

.بیماری اور ناسازی طبعیت کی وجہ سے آواز نہایت نحیف وکمزور ،جسے سننے کے لئے مجھے اچھا خاصا جھکنا پڑا ، سوالات پوچھتا ، نمناک آنکھوں اور کپکپاتے ہاتھوں سے جواب لکھتا ، کان آپ کے منہ کے قریب کرلیا ،تاکہ دھیمی اور درد بھری آواز کے ساتھ دئیے گئے جوابات سن سکوں ۔۔۔ کبھی جملے نامکمل رہ

جاتے تو کبھی الفاظ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے، جنہیمیں دوبارہ جوڑ کر کہدیتا تاکہ آپ تصدیق فرمائیں آپ اشاروں میں تصویب فرماتے۔ سانس لینے کے لئے رک جاتے ۔۔۔۔۔گلا خشک ہو جاتا ۔۔۔۔۔۔زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی ۔۔۔۔۔مگراس مشقت و تکلیف کے باوجود گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

اسی دوران اچانک بڑے صاحبزادے اور خادم خاص حافظ عبدالباسط کمرے میں داخل ہوئے، توانہیں ہمارے ہاتھوں میں کاغذ قلم دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، ہم نے اشارومیں انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ :"یہ خدا نخواستہ موت کی پیشین گوئی نہیں، بلکہ ایک پیشگی احتیاطی تدبیر ہے، تاکہ بعد میں ہمیں پچھتانا نہ پڑے "تو وہ بھی اطمینان سے بیٹھ گئے۔

سوال وجواب کا سلسلہ آہستہ آہستہ جاری رہا، جب میں نے محسوس کیا کہ اب مزید گفتگو کی سکت آپ میں باقی نہیں، تو انٹرویو روک دیا اور یوں یہ تاریخی اور الوداعی انٹرویو اپنے اختتام کو پہنچا۔

خطیب بلوچستان حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی

وفات سے قبل آخری انٹرویو

سوال : اپنے زمانہ طالب علمی کے بارے میں کچھ بتائیں ؟ کہاں کہاں سے علمی فیض حاصل کیا، کون سے مدارس ومشائخ سے ؟

جواب : میں نے علوم اسلامیہ کے ابتدائی درجات کی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم سوردو پنجگور میں حاصل کی ،اس کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ خامسہ اور سادسہ پڑھا ۔ اور فراغت دارالہدیٰ ٹھیڑی سندھ سے ہوئی ،فراغت کا باقاعدہ سال اب مجھے یاد نہیں ،البتہ ذوالفقار علی بھٹو کی پہلی حکومت تھی ،اوراس دور میں مفتی محمود صاحب سرحد (کے پی کے) کے وزیر اعلیٰ تھے ۔

سوال : فراغت کے بعد عملی زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟

جواب : فراغت کے بعد سب سے پہلے میں نے گوادر پیشیکان میں ایک مسجد میں امامت شروع کی ، مگر گوادر کی آب ہوا صحت کے لئے موافق نہ رہی ۔ تقریباً چھ مہینے بعد امامت چھوڑدی ۔ پنجگور رتسپ کی جامع مسجد میں تین چار سال بطور خطیب ذمہ داریاں سنبھالیں ،اس کے بعد دالبندین آیا جہاں کچھ وقت کے لئے امامت وخطابت کے مشاغل رہے ۔ مگر حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ مجھے دالبندین چھوڑ کر دوبارہ پنجگور جانا پڑا۔ جہاں جامع مسجد میں خطیب رہااور سوردو مدرسہ مفتاح العلوم میں مدرس کے طور پر خدمت انجام دی ۔

دالبندین والوں کے شدید اصرار اور مولانا رحمت اللہ پنجگوری کی اجازت سے دوبارہ دالبندین آگیا ،جہاں آج تک رہا۔ سب سے پہلے مدینہ جامع مسجد کلی باز محمد

دالبندین کی امامت وخطابت کی ذمہ داریاں مجھے دی گئیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے گھر پر طلباء کو پڑھانا شروع کیا ،اس ابتدائی تعلیمی انتظام نے ترقی کرتے کرتے آخر کار موجودہ مدرسہ کی شکل اختیار کی ،جس کی بنیاد میں نے رکھی ۔

سوال : آپ نے اپنی مرضی اور شوق سے دینی تعلیم کا آغاز کیا ؟ یا والدین اور بڑوں کے اصرار پر مدرسے میں پڑھائی شروع کی ؟

جواب : نہیں! مدرسہ میں پڑھنے کا فیصلہ تمیرا اپنا ذاتی فیصلہ اور شوق تھا ،بڑوں کی طرف سے ایسا کوئی مطالبہ نہیں تھا ، طالب علمی کی زندگی نہایت غربت اور عُسرت میں گذاری ، لباس کے حوالے سے غربت تھی ، کھانے پینے کی چیزوں کی فراہمی میں تنگدستی تھی ، کتاب وقلم خریدنے کے سلسلے میں بھی مالی تنگدستی حائل تھی ۔

سوال : اپنے کچھ کلاس فیلوز کے نام یاد ہیں ؟ جن کے ساتھ آپ نے طالب علمی کی زندگی گذاری ؟

جواب : میرے کلاس فیلوز میں سے کوئی نمایاں نام اس وقت یاد نہیں ۔ البتہ پنجگور سے تعلق رکھنے والے دو علماء کے نام یاد ہیں جواب وفات پا چکے ہیں ایک مولوی محمد صالح اور دوسرا مولوی محمد شریف اور حافظ محمد یوسف بیمار ہیں ۔

خاران کے علماء میں سے مولانا عبدالشکور اور مفتی عبدالغفار صاحب مجھ سے غالباً ایک دو سال پہلے فارغ ہوئے ،وہ میرے ہم جماعت نہیں رہے ۔ جنگل

(خاران) کے مولوی فیض محمد ، مولوی عبدالغفور (زرد والا) اور مولوی محمد اسماعیل بھی ہمارے ساتھ تھے ۔ دورانِ تعلیم کسی معاملے پر طلباء میں ایک جنگ ہوئی ، جسکی وجہ سے مولوی عبدالغفور مدرسہ چھوڑ کر گھر چلے ۔ البتہ دستار بندی کے موقع پر واپس آئے اور ان کی دستار بندی ہوئی ۔ بعد میں وفات پا گئے ۔ ان کے علاوہ جنگل (خاران) کے مولانا حبیب اللہ بھی فارغ ہوئے اور وہ بھی وفات پا چکے ہیں ۔

بھوانی (حب چوکی) کے مولوی غلام قادر کے بھائی مولوی عبدالہادی صاحب ہم سے جونیئر تھے ، جنھوں نے فراغت کے بعد بھوانی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کے آج کل کے مہتمم اور ذمہ دار مولانا غلام قادر ہیں ۔

سوال : علاقے میں خصوصاً چاغی اور دالبندین میں آپ نے جمعیت علماء اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیاء کے سلسلے میں کیا کردار ادا کیا ؟

جواب : جس زمانے میں میں دالبندین آیا تو یہاں پر مقامی سرداروں اور نوابوں کے خلاف جمعیت کی جدوجہد کوئی خاص نہ تھی ۔ جمعیت کے رہنما کے طور پر عبدالصمد بڑیچ متعارف تھے اور مولوی قادر بخش صاحب بھی تھوڑا بہت مصروف عمل تھے اسی طرح قاری سعد اللہ صاحب بھی کسی حد تک جدوجہد میں شریک تھے ۔ مگر یہ لوگ باقاعدہ آگے نہیں آتے تھے

اس دور میں نوشکی اور چاغی ایک ضلع تھے چنانچہ نوشکی سے کبھی کبھار حاجی صالح محمد تشریف لاتے تھے ، ضلعی امیر وہی تھے اور پھر واپس چلے جاتے تھے ۔

ضیاء الحق کی آمریت کا دور تھا ہم نے مولانا فضل الرحمن کو علاقے کے دورے کی دعوت دی ، انہوں نے قبول کی۔ نوشکی آئے پھر وہاں سے ایک وفد کی صورت میں انہیں دالبندین لایا ، دالبندین سے خاران لے گئے ۔یوں ان کو دورہ کرواکر ہم نے علاقے کے سردار اور نواب طبقے کو مقابلے کا ایک واضح اور بھرپور پیغام دے دیا۔

مولانا فضل الرحمٰن کے علاوہ مولانا محمد خان شیرانی ، مولانا صدیق شاہ اور حافظ حسین احمد بھی ہماری دعوت پر تشریف لاکر جمعیت کی جدوجہد کو فعال کرنے میں معاون رہے ۔ ایم ایم اے کے دور میں بھی مرکزی اکابرین کو دالبندین بلایا ، قاضی حسین احمد اور حافظ حسین احمد نے دورہ کیا۔

سوال : آپ کا پورا خاندان جمعیت سے تعلق رکھتا تھا یا آپ اکیلے جمعیت سے وابستہ تھے ؟

جواب : ہمارے خاندان کے بہت سے لوگ دوسری پارٹیوں سے تعلق رکھتے تھے مگر اپنے قریبی اعزاہ واقارب سب کے سب جمعیت سے متعلق تھے ۔جمعیت کے امیدواروں کو جتوانے میں ہم نے اپنے قبیلے اور خاندان کے لوگوں کی ناراضگی مول لی اوران کی بھرپور مخالفت ومقابلہ کیا۔

ولی محمد کبدانی میرے چچا تھے ، سردار نور محمد کبدانی میری ماں کا چچا زاد بھائی تھا۔ اتنے قریبی رشتے کے باوجود یہ لوگ ہمارے پاس ووٹ مانگنے نہیں آتے تھے

کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ہم نظریاتی طور پر جمعیت سے وابستہ ہیں اور جمعیت سے ہمارا تعلق نہایت پختہ ہے ۔

1971ء سنہ کی جنگ بندی (پاک بھارت جنگ بندی) کے بعد جب ملک بھر میں عام انتخابات ہوئے اور 1973ء سنہ میں ذوالفقار علی بھٹو بر سر اقتدار آئے اور وزیر اعظم بن گئے ،اس الیکشن میں خاران کی نشست پر شیر علی کا مقابلہ جمعیت کے مولوی عبدالرزاق کے ساتھ تھا ۔ ہم نے دن رات محنت کی ،الیکشن مہم چلائی ۔ سردار نور محمد کبدانی وغیرہ شیر علی کے ساتھ تھے ۔

سوال : آپ جمعیت علماء اسلام مین کن کن عہدوں پر فائز رہے اور سیاسی طور پر علاقے کی کیا خدمت کی ؟

جواب : میں دالبندین میں جمعیت علماء اسلام کا تحصیل امیر رہا۔ دستور کے مطابق کام کیا۔ جتنا ہو سکا لوگوں کے مسائل حل کئے ۔ پرویز مشرف کا دور آیا جو سیاسی جماعتوں کے لئے ایک کٹھن اور مشکل دور تھا ، بہت سے لوگ جمعیت سے لاتعلق ہو گئے مگر ہم نے تعلق جوڑے رکھا ۔ الیکشن ہوئے اور اس کے نتیجے میں جمعیت نے کچھ سیٹیں حاصل کیں اور وہی لاتعلق لوگ واپس جمعیت میں آ گئے لیکن بعد میں ہمارے خلاف ہو گئے ۔

سوال : آپ نے جمعیت کی الیکشن مہم کیسے چلائی ہے ، کس کسمپرسی اور بے سروسامانی اور مشقت کے عالم میں ؟

جواب : ہمارے الیکشن مہم میں مولانا صدیق شاہ صاحب آئے ، مولانا عبدالرزاق صاحب بھی آئے تھے ۔ دالبندین سے لیکر پدک اور نوشکی تک ہم نے بھرپور انتخابی مہم چلائی ، خاران بھی انتخابی مہم کے سلسلے میں گئے ہیں ۔

اس زمانے میں روسی افواج افغانستان میں موجود تھیں ، جن سے ہر وقت حملے کا شدید خطرہ تھا مگر اس کے باوجود ہم نے حساس ترین علاقوں میں بھی جاکر انتخابی مہم چلائی ۔ وہاں تک ہم انتخابی مہم کے سلسلے گئے تاکہ وہاں کا مذہبی ووٹ بھی جمعیت کو مل جائے ۔ ناروئی قوم کا ایک علاقہ "دیوانہ" کے نام سے مشہور تھا وہاں بھی گئے ۔ کئی مقامات میں قاری سعداللہ صاحب بھی ہمارے ساتھ ہوتے تھے ۔

کچلی ، قل ، دیوانہ ، لُوس وغیرہ علاقوں میں جانا ہوا ، کبھی کسی ٹرک پر چڑھ کر جاتے تو کبھی کوئی ٹریکٹر ہاتھ لگتا تو اس پر سوار ہو کر مختلف علاقوں میں جاتے ، جہاں سواری کا بندوبست ممکن نہ ہوتا تو پیدل چل پڑتے ۔ ایک دفعہ پڑوئی والا لعل محمد نے کرم فرمایا اپنا اونٹ سواری کے لئے دیا تو اونٹ پر سوار ہو کر انتخابی مہم کے لئے ہم نکل پڑے ۔

دالبندین سے مغربی جانب دیوانہ ، ناروئی وغیرہ میں مجاہدین کا مرکز تھا اور روسی حملے کا خطرہ تھا ، آمُری ، شیرو ، افغانستان کے علاقے تیمور چاہی اور برآبچہ میں

بھی گئے ۔ قاری سعد اللہ کے علاوہ ایک دفعہ مولوی عبدالغفور اور مولوی عبدالشکور بن عبدالحمید بھی میرے ساتھ ان علاقوں کے دورے میں شریک سفر رہے ۔

سوران ، گنکو وغیرہ علاقوں میں مولوی قادر بخش میرے ساتھ رہے ۔ کچھ علاقوں میں مولوی محمد عالم بھی ساتھ تھے ۔

الیکشن مہم کے سلسلے میں ایک بار حافظ محمد عالم گورگیج نے اپنی گاڑی ہمیں پیش کی جو ڈبل سیٹ تھی ۔ ان کا بھائی ڈرائیور تھا جو حافظ کے نام سے مشہور تھا ۔ اس کے علاوہ ایک دفعہ قاری سعد اللہ کی گاڑی میں بھی جانا ہوا، یوں تیس چالیس سال کا جو عرصہ میں نے دالبندین میں گزارا، یہ سارا عرصہ جمعیت سے وابستگی اور اس کی جدوجہد میں شرکت کرتے گزارا۔

سوال : دورانِ امارت آپ نے جمعیت کے وزراء وغیرہ سے کیا ترقیاتی کام علاقے میں کروائے ؟

جواب : آخری دور میں جب جمعیت بر سر اقتدار آیا تو کچھ کام کئے ۔ آغا عبدالباری وزیر بنے تھے ، انھوں نے مدرسہ میں ایک واٹر سپلائی کی منظوری دیدی ، جو تین چار بار خراب ہوگیا دوبارہ مرمت کر کے ٹھیک کرایا گیا۔

جب وزراء کے وفد نے علاقے کا دورہ کیا تو ہمارا ارادہ تھا کہ علاقے کے تمام بنیادی مسائل ان کے سامنے رکھیں گے اور ان سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ان مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کریں ۔ مگر ان کے آتے ہی دوسرے احباب

نے انہیں ایسے یرغمال بنا لیا کہ ہمیں ان تک رسائی ہی نہ مل سکی چہ جائیکہ ہم علاقے کے مسائل ان کے سامنے رکھ سکیں ۔

سوال : شرک و بدعت کے خلاف آپ کی علمی و عملی جدوجہد کیا رہی اس حوالے سے کوئی خاص واقعہ ؟

جواب : دالبندین میں بریلویت کی تردید میں ہم پرامن اندازاور علمی انداز میں آگے بڑھ رہے تھے مگر اچانک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک قتل کاسانحہ پیش آیا جس کی وجہ سے ہماری جدوجہد محدود ہو گئی ۔اس واقعہ کے عینی شاہدین میں قاری سعداللہ ، حاجی بشیر احمد کبدانی ، عبدالباقی بن حاجی علی محمد اور ماسٹر حضور بخش قابل ذکر ہیں ۔

سوال : مکران میں بھی آپ نے بہت سے تبلیغی دورے کئے ہیں وہاں ذکری فرقہ آباد ہے ،اس سلسلے میں آپ نے کیا خدمات انجام دئیے ہیں ؟

جواب : مکران میں جتنے بڑے دعوتی جلسے منعقد کئے جاتے تھے مجھے ضرور بلایا جاتا اور میں شریک ہو کر بیان کرتا تھا ،ایک دفعہ ذکریوں کے ساتھ مناظرہ طے ہوگیا۔ پسنی میں ایک مسلمان حاجی نصرت نے مناظرہ کا اہتمام کر رکھا تھا ،اس طرف سے مفتی احتشام الحق صاحب ، مولانا عبدالغفار ضامرانی اور میں بطور مناظر شریک ہوئے ۔جبکہ ذکریوں کی طرف سے ملا عبدالرحیم ۔ ملا داد کریم ۔ کہور خان

،گوہر خان نمائندگی کر رہے تھے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے انہیں مناظرے میں شکست دیدی ۔

مناظرہ سے پہلے حالات اور ماحول خاصا کشیدہ تھے ، قتل وخونریزی کا شدید خطرہ تھا ۔ لیکن حاجی نصرت صاحب نے جرأت وجوان مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ساری ذمہ داری میں اٹھاتا ہوں لہذا مناظرہ ہونا چاہیے ۔

خزاں رسیدہ شامِ زندگی

خاکم بدہن ، دلدوز پیش گوئی

انٹرویو لینے کے بعد میں نیچے کے کمرے میں آیا ، متعلقہ کاغذات کو محفوظ رکھ دیا ، پھر سوشل میڈیا میں آن لائن ہو گیا ، تاکہ احباب کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کروں ، ان دو دنوں میں اکثر و بیشتر احباب واٹس اپ اور فیس بک میسنجر سے مسلسل رابطے میں تھے ، بعض احباب فون کال پر رابطے کرتے تھے ، غلام مصطفی مہر اور ماسٹر حضور بخش نے کئی بار رابطہ کیا اور ان کا سلام استاد محترم کو پہنچاتا رہا ، جبکہ میرے بہنوئی محمد عمر تو ہر گھنٹے بعد فون کرتے ، میرے گاؤں سے کئی رشتے دار بڑی فکر مند تھے ، خواتین نے ذکر واوراد اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام کیا تھا ، کئی

طالبات و عالمات نے اپنے دروس کے حلقوں میں استاذ محترم کی صحت یابی کے لئے دعائیں کی تھیں ،الغرض تمام احباب رابطے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کر رہے تھے اور میں حتی الوسع ہر ایک کو جواب دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔

محمد حیات ڈومکی خاران سے میرے ایک فیس بک فرینڈ ہیں ، جن سے اس وقت تک ملاقات نہیں ہوئی تھی ، مگر انباکس میں روزانہ احوال دریافت کرتے تھے ،آج میرے اور ان کے درمیان میسجز کا جو تبادلہ ہوا وہ بڑا درد ناک اور ہوشربا تھا ۔شروع میں استاد محترم کی طبعیت کے بارے میں تفصیلات دینے کے بعد میں نے یہ دردناک پیشین گوئی بھی کی کہ : "البتہ میں نے دل پر پتھر رکھ کر آج کچھ تفصیلی احوال زندگی بھی پوچھی اور لکھ لیا ، تاکہ بعد میں کتابی شکل میں کچھ لکھ سکوں ، بڑی مشکل سے جواب دئیے ،الوداعی انٹرویو سمجھ کر آنسو کے ساتھ لیا"۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد حیات کا جواب آیا :"محمود صاحب !کلیجہ پھاڑ دیا آپ نے "میں نے کہا :"دعا کریں یہ اندازے غلط ثابت ہوں "پھر آنسو چھلک پڑے شاید ان کے بھی !

بیماری کا ایک اچانک شدید حملہ اور افواہ

میں تھوڑی دیر بعد دوبارہ اوپر آیا ،جہاں دوسرے احباب پہلے سے موجود تھے ،البتہ استاد محترم کو بشری ضروریات کے لئے اٹیچ باتھ روم (متصل بیت الخلاء

) میں لیجایا گیا تھا ، سب منتظر تھے ، مگر بیت الخلاء کے اندر سے دروازہ کھٹکھٹا نے (جو اس بات کی اطلاع ہوتی کہ اب آکر مجھے لے جاؤ) کے ساتھ دھڑام سے ایک چیز کے ٹکرانے کی شدید آواز آئی ، حاجی تاج محمد کبدانی فوراً لپک گئے ، اور پھرتی کے ساتھ انہیں اپنے دونوں بازؤں میں پکڑلیا اور مکمل زمین پر گرنے سے بچالیا ، احباب نے اٹھا کر کمرے میں اس حالت میں لایا کہ دونوں آنکھیں پیشانی کی طرف مڑ گئی تھیں ، دونوں ہاتھ بے قابو اور دونوں پاؤں بالکل خشک اور سخت ، اور سانس کی آواز بگڑ گئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم سب ہکا بکا رہ گئے ، سب نے سورۃ یٰسین کی ورد شروع کی ، ہاتھ پاؤں اور سینے پر مالش کرنے لگے ، ہمارے دل کی دھڑکنیں اور افسردہ نظریں بہت کچھ کہہ رہی تھیں ، مگر خدا کے فضل سے تھوڑی دیر بعد آپ کی طبعیت بحال ہوگئی ، میں نے سینے سے قریب ہو کر پوچھا : "ابا جان ! کیا ہوا"؟ کہنے لگے ، : "پتہ نہیں ۔ میں فراغت کے بعد دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑا ہو گیا ، اچانک معدے کے اندر شدید جھٹکا لگا ، اس کے بعد پتہ نہیں چلا کہ کیا ہوا"

ہم نے اطمینان کا سانس لیا کہ شکر تیرا خدایا ! کہ ہم کسی دائمی آزمائش سے بچ گئے ۔ مولوی محمد یحییٰ اور حاجی تاج محمد کبدانی صاحب چونکہ پہلے سے ٹکٹ کر چکے تھے انھوں نے اجازت چاہی اور رخصت ہو گئے ، اور اسی شام حکیم صاحب دوبارہ آئے تھے اور انھوں نے آپ کی طبعیت کا جائزہ لیکر ہمیں اطمینان دلایا ، میں اپنے دوست حافظ عبدالمنان کے ساتھ بھی اگلے دن واپسی کا پروگرام بنا چکا تھا ۔ مگر استاد

محترم کی یہ حالت اور اس اچانک دل دہلانے والے واقعے نے مجھے خاران واپسی کا فیصلہ منسوخ کرنے پر مجبور کیا۔

اسی دوران غلام مصطفی مہر اور دیگر ایک دو احباب نے فون پر رابطہ کیا کہ ادھر سوشل میڈیا پر ایک خبر گردش میں ہے کہ خاکم بدہن حضرت وفات پا چکے ہیں ، تو میں فوراً آن لائن ہوگیا ، اور واٹس اپ پر غلام مصطفیٰ مہر کو (جو استاد محترم کے خاص عقیدت منداور عاشق زار ہیں) یہ پیغام لکھا کہ :

"الحمدللہ مولانا محمد یوسف رو بصحت ہیں ، اگرچہ کمزوری بہت ہی زیادہ ہے ، پرو پیگنڈا کرنے والے عوام الناس اور ان کے محبین کو پریشان نہ کریں ۔ (محمود خارانی)"

سات بجے شام یہ میسج کر کے انہیں ہدایت کی کہ سوشل میڈیا کے تمام ذرائع میں یہ میسج پھیلائیں ۔ الحمدللہ یہ افواہ دم توڑ گئی مگر کسے خبر تھی کہ چند گھنٹوں بعد اسی رات یہ افواہ حقیقت بھی بن سکتی ہے ۔ اس خبر سے پہلے میں مولوی شیر احمد صاحب کی معیت میں حکیم صاحب کے ساتھ ان کے کلینک حب چوکی گیا جہاں سے دوائیاں لے کر واپس آ گئے تھے ۔

حافظ عبدالباسط کا مجھ پر ایک ناقابل فراموش احسان

حب چوکی سے استاد محترم کے لئے دوائیاں لے کر واپس آرہے تھے تو ذہن میں یہ تجویز آئی کہ قریب ہی مولوی حافظ علی احمد صاحب خارانی کا مدرسہ ہے نیول کالونی میں ، ادھر ہمارے دوست قاری دادکریم صاحب بھی ہیں ، رات ان کے مدرسے میں گزاریں گے اوردن کوادھر استاد محترم کی خدمت میں حاضری لگائیں گے ، تاکہ رمضان میں یہاں امی ااور بہنوں کے لئے ہماری خدمت باعث زحمت نہ بنے کیونکہ ایک تووہ مسافرہیں ، پریشان حال ہیں اورروزے سے ہیں ۔ اس صورت حال میں اس مکان میں رہنا میری طبیعت پر گراں تھا کہ ہمارے افطار وسحری کے لئے یہ تکلیف اٹھائیں ۔

یہ تجویز لیکراستاد جی کے پاس گیا ، کمرے میں اس وقت اکیلے تھے اپنے اس ارادہ سے آگاہ کر کے اجازت لی اور کل صبح دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے ان کے کمرے سے نکلا میرے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر حافظ عبدالباسط چونک اٹھے کہ : کہاں ؟میں نے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا ، انھوں نے یہ کہہ کر میرا بیگ زبردستی ہاتھ سے چھین لیا ۔ "میں تمھیں ہرگزجانے نہیں دوں گا ،"میں نے اپنا عذر بیان کیا ، مگر انھوں نے میراعذر قبول نہیں کیا اور کہنے لگے کہ : میں تمھیں کسی حال میں جانے

نہیں دوں گا، آپ لوگوں کے آنے سے ہماری ڈھارس بندھی تھی، تسلی ہوگئی تھی کہ ہم اکیلے نہیں ہیں، اوراب آپ جارہے ہیں"۔

امی جان کے پاس جاکے میری شکایت لگائی، انھوں نے پیغام بھیجا کہ ہرگز نہیں جانا، مجبوراً مجھے ارادہ بدلنا پڑا، اور بیٹھ گیا، افطار کیا، جس میں امی جان لوگوں نے بڑا پرلطف اورذائقہ دار کھانا تیار کیا تھا مگر پریشانی سے ہمارے منہ کا ذائقہ کتنے دنوں سے بدل چکا تھا وہ ہمیں معلوم تھا۔

افطار کے بعد دوبارہ استاد جی کے کمرے میں گئے، اس وقت تھوڑی سی نیند کا غلبہ تھا۔چند لمحے بعد آپ کی آنکھ کھلی، مجھے دیوار سے ٹیک لگائے دیکھا تو ایسی نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے کہ اس میں حیرت، اطمینان اور خوشی کے ملے جلے جذبات تھے کہ "اس نے جانے کی اجازت لی ہے مگر جا نہیں سکا" مجھے ابھی تک ااستاد محترم کی اس "نگاہ کرم" اوراس میں لپٹی پیار و شفقت یاد ہے اور کبھی کبھی اس منظر کو تصور میں لاتا ہوں تو بڑا سکون پاتا ہوں کہ آخر تک استاد جی کے قدموں میں رہنے کا موقع ملا۔

نہ جانے کس ادا سے میری جانب اس نے دیکھا

ابھی تک دل میں تاثیرِ نظر محسوس ہوتی ہے

حافظ عبدالباسط اگر مجھے آج مغرب کے وقت زبردستی روک نہ لیتے اور رات کو ادھر نہ ٹھہرتا تو زندگی بھر میری اس دل فگار ارمان کا کوئی درمان نہ ہوتا کہ لمحہ آخر

ین میں استاد جی کی زیارت سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ اس احسان کے بدلے حافظ عبدالباسط کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب کرے اور ساتھ ہی امی جان کو بھی، کہ ان کی "دھمکی آمیز پیغام" نے میرے پاؤں روک دیئے، ورنہ میں استاد محترم کے "گلزارِ صحبت" کی آخری خوشبو سے محروم رہ جاتا۔

شبِ ہجراں

آخری مسکراہٹ اور ایک افسوس ناک خواب

جیساکہ شروع میں عرض کیاگیاکہ بعض فقہی مسائل پر مقامی علماء اور حضرت الاستاد کے درمیان شدید اختلاف تھا، جو بعد میں نہایت گھمبیر صورت حال اختیار کر چکا تھا، فریقین کے معتدل مزاج اور خیر خواہ لوگ اس آگ کو بجھانے کی اپنی سی کوشش کر رہے تھے، مگر بجھنے کی بجائے اس بھڑکتی آگ کے شعلے روز بروز بلند ہوتے جارہے تھے۔ اختلاف و مخالفت کی اس مسموم فضاء سے استاد محترم کو قلبی

طور پر شدید چوٹیں لگی تھیں، ہر وقت اسی بارے میں سوچ و فکر کا ایک تلاطم خیز طوفان ان کے دل و دماغ میں ہلچل مچائے رکھتا تھا۔

کل سہ پہر کو جب پہلی دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے یہی بات چھیڑ دی، بصد منت و لجاجت منع کیا کہ بیماری کی اس حالت میں اس طرح سوچنا آپ کی صحت کے لئے مزید نقصان دہ ہے، مگر ان کی طبیعت و مزاج پر اس کے ایسے شدید اثرات تھے کہ بار بار اسی موضوع کو چھیڑتے اور اسی نوعیت کی باتیں شروع فرماتے۔ آج افطار کے بعد ایک موقع پر ان کے پاس گیا، تو اکیلے تھے، بائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے تھے، میں متصل پیچھے بیٹھ گیا اور کندھے اور پیٹھ کو دبانا شروع کیا، مڑ کر پیچھے دیکھا، جب پہچان لیا تو مسکرایا اور مسکرانے کے بعد فرمایا کہ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے، اور خواب کی تفصیلات بتانے لگے۔ (میں اس خواب کی تفصیل کو عمداً چھوڑ رہا ہوں، کیونکہ اس سے مزید بدمزگی پیدا ہوگی۔

نہ کر دیں مجھ کو مجبورِ نوا فردوس میں حوریں
مرا سوزِ دروں پھر گرمیِ محفل نہ بن جائے

میرے علاوہ کمرے میں اس وقت کوئی نہیں تھا، بعد میں کچھ مخصوص احباب کو امانتاً یہ خواب بتایا، مگر راز نہ رہا اور کچھ ایسے احباب کو پتہ چلا جنھوں نے اسے سوشل میڈیا کی زینت بنایا، جو مناسب نہ تھا۔ اس لئے اس کا تحریری ذکر مناسب نہیں) بہر حال خواب کا تعلق انہی اختلافات سے تھا، تو میں نے عجز و نیاز کے ساتھ

عرض کیا کہ آپ اپنے ذہن کو اس طرح کی سوچوں سے بالکل فارغ کر دیں، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ دے۔

لیلۃ القدر میں دعاؤں کی بہار

مزید تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ ملک بھر میں لیلۃ القدر کے موقع پر آپ کے لیئے دعائیں ہوئی ہیں۔ کیونکہ کل رات ہی حافظ شعیب "محقق خاران" نے مجھے ایک میسج بھیجا تھا کہ ختم قرآن کے ان بابرکت پروگراموں کے موقع پر انھوں نے یہ میسج خطباء اور ائمہ حضرات کو بھیجا ہے:

"ضروری اعلان"

تمام ساتھی خصوصاً خطیب حضرات آج اپنی بابرکت مجلس میں خاص کر ختم قرآن کے موقع پر دعاؤں کا اہتمام کریں، مناظر اسلام، خطیب بلوچستان حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حفظہ اللہ دالبندین والا کچھ دنوں سے علیل ہیں، کراچی ہسپتال میں داخل ہے، اس کے لیئے ضرور دعا کرنا، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر ہمارے اوپر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین، (جاری کردہ: شعیب محقق، خاران)"

چنانچہ تمام خطباء حضرات نے اپنی تقاریر میں استاد محترم کا ذکر خیر کر کے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا تھا ،اسی سلسلے میں آج مولانا عظمت اللہ (نائب امیر جمعیت علماء اسلام ضلع خاران) نے بھی فون پر مجھے بتایا کہ ہم سب نے خصوصی دعائیں کروائی ہیں ۔

دعاؤں کی تمام روئیداد استاد جی کو بتایا تو بہت خوش ہوئے مگر ساتھ ہی بڑی معصومیت اور کرب کے ساتھ فرمایا :"پھر رب کرم کیوں نہیں فرماتا"؟

عرض کیا :"ان شاء اللہ کرم ہوگا ، تکلیف اور آزمائش مقاماتِ قرب کی منزلیں ہیں"۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نظام ہی کچھ ایسا ہے کہ تکلیفیں سب سے زیادہ نیک لوگوں پر ہی آتی ہیں ۔اس کی وجہ امام اہل سنت مولانا سرفراز خاںؒ صفدر کے افادات میں کچھ یوں بیان کی گئی ہے کہ ": ایک آدمی نے مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا کہ حضرت ! ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ نیک لوگوں کو تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں اور بروں کو کم ،اس کی وجہ کیا ہے ؟ تو مولانا نے ایک حدیث کی روشنی میں بات کرتے ہوئے جواب دیا ۔بخاری وغیرہ میں حدیث ہے ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی مثال کچی کھیتی کی ہے ،کچی فصل پر جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اسے دائیں بائیں جھکا دیتی ہیں اور کبھی زمین پر لٹا دیتی ہیں اور منافق کی مثال چیڑ کے درخت کی ہے ،ہوائیں چلیں ،آندھی آئے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا ،لیکن طوفان اس کو ایک

ہی جھٹکے میں اکھاڑ دے گا۔ تو مومن کو طرح طرح کی تکلیفیں آتی ہیں، بدنی تکلیفیں ،خانگی تکلیفیں ،اولاد کی طرف سے ، برادری کی طرف سے ،محلے والوں کی طرف سے ، ہمسایوں کی طرف سے ،جبکہ ملکی سطح پر بھی وہ تکالیف میں بتلا رہتا ہے ۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا "اَیُ النَّاس اَشد بلاءٌ" انسانوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آتی ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام کو، "ثُم الاَمثل فالاَمثل "پھر وہ جو رتبے میں قریب ہیں ان کو تکلیفیں آتی ہیں ۔ "یبتلی الرجل علی قدردینہ "جتنا کسی میں دین ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے ، پھر آگے ایک خاص بات فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ طوطے اور بلبل کی آوازیں بہت پیاری ہوتی ہیں ، لوگوں نے آوازیں سننے کے لئے طوطے اور بلبلیں پنجروں میں رکھی ہوتی ہیں اور کوے اور اُلّو کو کسی نے پنجرے میں بند کر کے نہیں رکھا ہوتا، یہی حال مومن کا ہے کہ مومن کی آواز رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے ،جب مشکل میں ہوتا ہے اور کہتا ہے یااللہ !اس آواز کے لئے رب تعالیٰ اس کو تکلیف اور پریشانیوں کے پنجرے میں بند کرتا ہے اوران کی آوازیں سنتا ہے ،جب وہ عاجزی اور رازداری کے ساتھ رب تعالیٰ کے سامنے آوازیں نکالتے ہیں ۔ منافق اور کافر نے کون سی رب تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنی ہے کہ اس کو تکلیفوں میں بتلا کرے ۔(افادات امام اہل سنت۔ ص/442)

پھر استاد محترم کے ایک شاگرد شمس الحق بن عبدالرازق سلام بیک والے کے میسج کا ذکر کیا کہ انھوں نے خواب میں مولانا عبیداللہ خصداری صاحب کی زیارت کی ہے ،اور انھوں نے آپ کی صحت کے بارے میں پوچھا ۔استاد محترم کو ان دعاؤں اور اکابر کی ان روحانی توجہات کی خبر مل کر بڑی مسرت ہوئی ۔ الحمدللہ

تکلیف میں بتدریج شدت

خواب کے واقعے کے بعد کسی ضرورت کے لئے دوسرے کمرے میں آیا حافظ عبدالمنان استاد محترم کے پاس چلا گیا ، جاتے ہی فوراً نکلا اور کہنے لگے کہ استاد محترم فرمارہے ہیں ، اندر آجائیں، دوسرے کمرے میں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ؟چنانچہ ہم چند احباب دوبارہ ان کے پاس گئے، عشاء کے قریب کہنے لگے کہ آج معدے میں ذرا تکلیف زیادہ محسوس ہو رہی ہے ۔میں نے باہر آکر مولانا شیر احمد و دیگر احباب کو یہ بات بتادی ، تو یہ لوگ کہنے لگے کہ حکیم صاحب نے کہا ہے کہ ان دوائیوں کی وجہ سے شروع میں تھوڑی تکلیف ہو ہی جائے گی لہذا تشویش کی بات نہیں ۔

عشاء کی نماز و غیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم سب استاد جی کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ بار بار تکلیف کی شکایت کر رہے تھے ،حافظ عبدالباسط نے

ڈاکٹر سیف اللہ کو اس نئی صورت حال سے فون پر آگاہ کیا، انہوں نے کہا کہ درد کی انجکشن لگادو، حسین احمد نے وہ لگا دیا۔ اور اس دوران کافی وقت گزر گیا، ہم لوگ نیچے کمرے میں اتر گئے اس امید کے ساتھ کہ انجکشن کے بعد آرام آجائے گا، مولانا شیر احمد اور امی جان کو استاد جی کے کمرے میں چھوڑ کر نیچے ہم نے بھی بستر کی راہ لی ۔

دو دن کی بے آرامی کی وجہ سے فوراً آنکھ لگ گئی۔ اچانک میرے فون کی گھنٹی بج گئی، دوسری طرف خاران سے ہمارے دوست مولوی محمد عباس صاحب بول رہے تھے، استاد جی کی خیریت کے بارے میں پوچھ رہے تھے اس کے بعد میری نیند چونکہ اڑ گئی تھی، آن لائن ہو کر سوشل میڈیا میں احباب کو اپ ڈیٹ کرنے لگا۔

اچانک دوڑتے ہوئے اوپر سے حافظ عبدالباسط آگیا اور کہنے لگے کہ ابا جی کی طبیعت بدستور مزید بگڑتی جارہی ہے اور تکلیف زیادہ ہونے لگی ہے، آپ چلیں اوپر ان کے پاس کیونکہ وہ ہسپتال جانے کے لئے تیار نہیں۔

دل مضطر نے مرنے کی تمنّا عمر بھر کی ہے
نہ پوچھو داستانِ زیست کیونکر مختصر کی ہے
عزیزو! جستجو بے فائدہ اب چارہ گر کی ہے
یہ ہے درد محبت! چوٹ یہ قلب و جگر کی ہے۔

آخری اورالوداعی گفتگو

افتاں وخیزاں ہم اوپر پہنچے ، سر کے برابر بیٹھ کر پوچھا !"اباجی کیسی ہے طبیعت "؟ فرمانے لگے کہ درد اور تکلیف معدے میں بہت ناقابل برداشت ہو رہی ہے "میں نے کہا : پھر ہسپتال جائیں گے ،کہنے لگے کہ نہیں ہسپتال کے ماحول میں گھٹن سی محسوس ہوتی ہے ،یہاں سے وہاں جانا میرے لئے اب ممکن نہیں ،ادھر ہی کوئی بندوبست کریں ،ڈاکٹر وغیرہ بلائیں "

میں نے کہا : ڈاکٹر ادھر آئے گا تو ضرور ، مگر آپ کے علاج کے لئے جن مشینریوں واسباب کی ضرورت ہوگی وہ یہاں نہیں لائے جا سکتے ہیں، مجبوراً جانا پڑے گا"

فرمایا :"کیسے جاؤں میرے لئے اپنی جگہ سے ہلنا بھی کوہ گراں محسوس ہوتا ہے "، میں نے کہا :"اباجی ! آپ اس کی فکر نہ کریں ،آپ اسی طرح لیٹے رہیں ،آپ کے اسی بستر کے ساتھ آپ کو اٹھا کر ایمبولینس میں رکھ دیں گے ۔"

فرمایا :"لیاقت ہسپتال نہیں جاؤں گا، کسی اور ہسپتال لے چلو"میں نے کہا :"آپ اس وقت جس درد و تکلیف اور بیماری میں مبتلا ہیں ، لیاقت ہسپتال والے ڈاکٹر اس سے بخوبی واقف ہیں وہ فوری علاج ومعالجہ شروع کریں گے ،اگر کسی اور

ہسپتال میں جائیں گے تو از سر نو ٹیسٹ وغیرہ لیں گے ،ان میں تو بہت دیر ہو جائے گی ۔ اور ہم آپ کو مزید تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتے"

بالآخر بادل ناخواستہ استاد جی ہسپتال جانے کے لئے تیار ہو گئے ،حافظ عبدالباسط ایمبولینس کے دوڑ دھوپ میں باہر چلے گئے ۔

نزعِ رواں

باقی احباب نیچے کمرے میں تھے اور اوپر اس وقت میں اور مولوی شیر احمد صاحب استاد جی کے پاس موجود تھے ،استاد جی بائیں کروٹ پر حسب معمول لیٹے ہوئے تھے کہ دائیں کروٹ پر لیٹنا ان کے لئے مشکل تھا ۔ میں سینے کے برابر آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا ، کبھی کوئی بات کرتے یا میں پوچھتا تو جواب عنایت فرماتے اور مکمل ہوش وحواس میں تھے ۔

اسی دوران میں نے چہرے پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ آپ کی نگاہیں میری طرف اٹھتی ہوئی ٹیڑھی ہو رہی ہیں ، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کو اپنی آنکھوں پر اب قابو نہیں ، دوسری جانب دیوار کے ساتھ مولانا شیر احمد متفکر ٹیک لگائے بیٹھے تھے ، میں نے اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اشارہ کیا کہ استاد جی کی آنکھیں ٹیڑھی ہو رہی ہیں ،وہ فوراً لپک کر قریب آگیا ، آنکھوں کا جائزہ لیا ،میں اٹھ کر سینے کی دوسری

طرف بیٹھ گیا، مولانا شیر احمد نے حال پوچھا تو لڑکھڑاتی ہوئی زبان کے ساتھ کوئی جواب دیا، انہیں سنائی نہ دی، میں نے پوچھا اور کان قریب کرلیا، کچھ کہنے کی کوشش تو کی مگر الفاظ منہ ہی میں رہ گئے، ہمیں کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا فرمایا؟

یوں سلسلہء تارِ نفس ٹوٹ رہا ہے
محسوس یہ ہوتا ہے، قفس ٹوٹ رہا ہے

اسی دوران مولانا شیر احمد نے مجھے مایوسانہ انداز میں اشارہ کیا کہ پاؤں کو سنبھالو، میں قدموں میں پہنچا اور ہم نے سورۃ یٰسین کی تلاوت زور سے شروع کی، درمیان میں مولانا شیر احمد بلند آواز سے کلمہ شہادت بھی گوش گزار کرتے رہے، پانچ چھ منٹ گزرے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی وقت دیکھا تو ایک بجکر بیس منٹ تھا۔

اتنے میں انور کبدانی (آپ کا بھتیجا اور داماد) داخل ہو چکے تھے یٰسین کی تلاوت اور ہماری حالت کو دیکھ کر اس نے رونا شروع کیا۔ ہم نے اشاروں میں اسے منع کیا کہ یہ موقع نہیں، وہ خاموشی سے دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا، اور اسی یٰسین کی تلاوت کے دوران حافظ عبدالباسط آپہنچا اور اطلاع دی، کہ ایمبولینس نیچے گیٹ پر کھڑی ہے مگر ہمیں یوں دیکھ کر وہ بھی ہکا بکا رہ گیا اور ہسپتال لیجانے پر اصرار کیا تو مولانا شیر احمد صاحب نے کہا: "کہ اب بات ہسپتال سے گزر چکی ہے۔ بیٹھ کر یٰسین

پڑھیں "وہ بھی جان کنی کے اس آخری مرحلے میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہو گئے۔

نیچے ایمبولینس میں ایک ڈاکٹر بھی موجود تھے۔ انہیں اوپر بلایا، انہوں نے نبض وغیرہ چیک کر کے، وفات کی تصدیق کر دی، میں نے معصومانہ انداز میں پوچھا کہ بے ہوشی تو نہیں؟ کہنے لگا کہ نہیں اس مشین پر وفات کے نشانات واضح ہیں، لہذا اب کوئی امید نہیں۔ ہم سب مایوسانہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ۔طبعی صدمہ شدید ہوا، لیکن آپ کے چہرے پر چھایا ہوا ابدی سکون یہ کہہ رہا تھا کہ :

اب کیا ستائیں گی ہمیں دوراں کی گردشیں

ہم اب حدود سود وزیاں سے نکل گئے

اس عظیم صدمے نے البتہ ایک تنبہ ضرور پیدا کیا ہے اور وہ یہ کہ اس جیسے درناک مواقع پر رنج وغم تو فطری چیز ہے، لیکن کرب والم کی یہ شدت جو ناقابل برداشت ہونے لگتی ہے، ہماری ایک بہت بڑی بھول کا نتیجہ ہے، ذکی مرحوم نے کہا تھا کہ

یہ دنیا کھیل ہے اور کھیل بھی ہے چند لمحوں کا

نظر جو کچھ بھی آتا ہے اسے خواب گراں سمجھو

ہم اس حقیقت کو ذہنی طور پر مانتے تو ہیں مگر ہر وقت یہ حقیقت ہمارے ذہنوں میں حاضر نہیں رہتی، مولانا محمد تقی عثمانی اسی تناظر میں فرماتے ہیں کہ :"عملی

طور پر یہاں رہتے ہوئے ہم بار بار یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ ایک مسافر خانہ ہے منزل نہیں ۔ یہاں جو ملتا ہے بچھڑنے کے لئے ملتا ہے ۔ نہ یہاں کی ملاقات دائمی ہے نہ جدائی دائمی ۔ نہ یہاں کی کوئی مسرت پائیدار ہے ، نہ غم مستقل ۔ ناقابل تلافی صدمہ اور صبر ناآشنا اضطراب اس کو ہو جو اس دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہو ، جسے مرنے کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین نہ ہو ، جس نے دنیوی زندگی کے بلبلوں پر امیدوں کے محل بنا رکھے ہوں ۔ لیکن جس شخص کو اللہ کی ذات و صفات اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر ایمان ہو ، جو آخرت کی ابدی زندگی پر یقین رکھتا ہو ، جس کو اس بے ثبات دنیا کی حقیقت مستحضر ہو اس کے لئے دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا صدمہ ناقابل برداشت نہیں ہو سکتا ۔

یہ بات قطعا ناممکن ہے کہ دو محبت کرنے والے ہمیشہ ایک ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں ، ان میں سے کسی نہ کسی کو دوسرے کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑے گا ، لیکن اگر اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہے ، اگر اخرت پر ایمان مستحکم ہے اور اس دنیا کی حقیقت نظروں کے سامنے ہے تو جدائی ایک وقتی اور عارضی جدائی ہے ۔ اس کے بعد ایک ایسی ابدی زندگی آنے والی ہے جس کو فنا اور زوال نہیں ۔ اصل ملاقات وہاں کی ملاقات ہے جس کے بعد کبھی جدائی نہیں ہو سکتی ۔

لہذا ان صدمات میں محو ہو جانے اور ہمہ وقت یادوں میں کھوئے رہنے سے بہتر یہ ہے کہ اس ملاقات کی تیاری کرو ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط کر لو تو تمام دنیوی تعلقات اعتدال پر بھی آجائیں ، ان کی حقیقت بھی مستحضر ہو جائے ، اور آخرت میں ان کے بقائے دوام کی ضمانت بھی مل جائے ، اس دنیا میں اللہ سے لَو لگانے کے سوا سکون وعافیت کا کوئی راستہ نہیں

وہ آشنا اگر ہے تو عالم ہے آشنا
وہ آشنا نہیں ، تو کوئی آشنا نہیں

سفر آخرت: لمحہ بہ لمحہ

تجہیز و تکفین

مولوی حافظ علی احمد خارانی صاحب کی رہنمائی میں جسد خاکی کو ایمبولینس مین لیکر موسیٰ کالونی کی طرف روانہ ہو گئے ۔ راستے ہی میں سوشل میڈیا پر رات 2:30 پر میں نے وفات کا اعلان ان الفاظ میں کیا :

"یا أسفی علی یوسف "استاذ محترم مولانا محمد یوسف ہمیں چھوڑ کر اپنے رب کے پاس چلے گئے ، نماز جنازہ کل دالبندین میں ہوگی ان شاء اللہ"

سحری کا وقت تھا، یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور ہمارے موبائل بجنا شروع ہو گئے ، ہم نے موبائل بند کر دئیے ، غسل کے سینٹر پہنچے تو مولانا شیر احمد صاحب کی ہدایت کے مطابق ہم نے خود آپ کو غسل دیا ، میں ناتجربہ کار تھا چنانچہ تجہیز و تکفین کی ساری ذمہ داری حافظ علی احمد اور حافظ داد کریم نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی ، میں صرف ہاتھ بٹاتا رہا اور سر مبارک کو سنبھالا ہوا تھا ، اسی دوران موبائل تھوڑا کھولا تو دالبندین سے فوراً بڑی بہن کا فون آیا ، ان کے اس سوال نے میرا کلیجہ چھلنی کر دیا کہ :" محمود جان ! واجہ نے آپ کو اپنے حقوق معاف کر دئیے ؟ "میں صرف ہاں کہہ سکا آنسو بہہ نکلے اور لائن کٹ گئی ۔

تجہیز و تکفین کے مراحل سے فارغ ہو کر میت کو مولانا ولی اللہ صاحب کے مدرسہ میں لیجایا گیا جہاں فجر کی نماز کے فوراً بعد انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور کثیر تعداد لوگوں کی شریک ہوئی۔

خاموش یوسف کے ساتھ دالبندین واپسی

تقریباً ساڑھے پانچ ایک ایمبولینس اور دو ٹوڈی گاڑیوں (جس میں امی اور بہنیں سوار تھیں) پر مشتمل یہ خزاں رسیدہ قافلہ کراچی سے نکلا، راستے میں مسلسل فون کی گھنٹی بجتی رہی مگر آنسوؤں کا ایسا سیلاب تھا کہ کسی کو جواب نہ دے سکا۔ ایک خاتون کی کال آئی۔ ان سے اسطرح بات ہوئی کہ اس طرف اس کی ہچکیاں تھیں اور دوسرے طرف میری۔ ان کے بعد خضدار کے قریب پہنچے تو مولانا عبدالماجد صاحب استاد دارالعلوم خاران کا کوئٹہ سے فون آیا جو اسی وقت تبلیغی چلّہ سے واپس کوئٹہ پہنچ چکے تھے۔ ان کے سوال پر میں صرف رو پڑا، کچھ کہہ نہ سکا، کیوں کہ وہ بھی حضرت استاد کے عقیدت مندوں میں سے ہیں اور حالیہ اختلافات کی آگ بجھانے میں ان کی فکرمندی قابل ستائش تھی، مجھے ہر وقت فون پر نئی صورت حال سے آگاہ کرتے اور استاد محترم سے رابطہ کرنے پر زور دیتے۔ الغرض قافلہ چلتا رہا ،اور عصر کے بعد ہم دالبندین پہنچے

دالبندین شہر داخل ہوتے ہی روڈ کے دونوں کنارے لوگ اپنی دکانوں اور مکانات سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ جو الوداعی نظروں کے ساتھ زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

زمزموں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

کلی خدائے رحیم سے لیکر مدرسے تک روڈ کے دونوں طرف لوگوں کا جم غفیر اس قافلہ کے استقبال میں کھڑا تھا اور "یوسفِ بلوچاں" کو الوداعی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مدرسہ میں پہنچے تو میت کو بڑی مشکل سے نکالا اور جو ہجوم اور دھکم پیل اس وقت ہوا، وہ عوام الناس کی بے پناہ محبت کی لازوال مثال اور نمونہ تھی ،مغرب اور عشاء تک دیدار و زیارت کا سلسلہ چلتا رہا ،تراویح کے بعد جنازے کا اعلان ہوچکا تھا۔

ایک تاریخی اور فیصلہ کن جنازہ

13جون 2018ء ،28رمضان المبارک 1439ھ (شب 29رمضان المبارک) ساڑھے دس بجے کے لگ بھگ حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ،جس میں تمام اکابرین علماء کرام شریک ہوئے۔ پنجگور سے مولانا

عبداللہ وشبودی، شیخ عبدالحمید مدنی، دالبندین کے تمام اکابرین حافظ حسین احمد، مولانا محمد عالم، قاری سعداللہ، مولانا قادر بخش، مولوی محمد صالح وغیرہ تمام علماء اور طلبہ کی بڑی تعداد شریک ہوئی، مدرسہ مکمل بھر گیا تھا، گلیاں بھری ہوئی تھیں، جو گلی بازار کی طرف جارہی تھی وہ بھر چکی تھی، بازار میں مین روڈ پر لوگ کھڑے تھے اور جو جہاں کھڑا تھا وہاں سے شریک جنازہ ہوگیا۔ عمر رسیدہ لوگوں کا کہنا تھا کہ یہاں کی تاریخ میں ایسا بڑا جنازہ ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مدرسہ کے استاد مولانا محمد اکرم صاحب کی وہ مختصر تحریر نقل کردوں جو انہوں نے "فیصلہ کن جنازہ" کے عنوان سے لکھا تھا۔ :

"امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ :"ہماری حقانیت کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے" یہ بات امام صاحب نے اس وقت کہی تھی جب امام عالی مقام کا مقابلہ فرقہ معتزلہ اور ان کے ہمنوا عباسی خلیفہ منصور کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن پر تھا، امام صاحب پھر اس موقف کی پاداش میں کوڑے برس رہے تھے۔ اہل سنت والجماعت کے دیگر علماء وقتی مصلحت کی خاطر کلمہ حق کہنے سے کتراتے تھے، اور عوام ویسے بھی ارکان دولت اور ان کے درباریوں کے کفش بردار ہوتے ہیں، لہذا میدان میں ایک طرف تنہا امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ تھے اور دوسری طرف پوری خلافتِ منصوری۔

توکسی نے امام صاحب سے پوچھا : حضرت جی ! پوری اسلامی سلطنت آپ کے خلاف ہے ۔ توآپ کیسے حق پر ہوسکتے ہیں ؟

امام صاحب نے ارشاد فرمایا : " ہماری حقانیت کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے "

مطلب یہ تھا کہ سلطنت منصوریہ کے رعب ودبدبے سے اگرچہ کوئی میرا ساتھ نہیں دے رہا، لیکن ہر ایک کے دل میں میری حقانیت کا بھرپور یقین موجود ہے جس کا اظہار وہ میری نمازجنازہ میں بھرپور شرکت سے کریں گے ۔چنانچہ امام صاحب کا جنازہ ایک تاریخی جنازہ ثابت ہوا۔

آج استاد محترم مولانا محمدیوسف صاحب کے جنازے کا منظر بھی کچھ ایسا تھا ۔ دالبندین ،چاغی ، نوشکی ،کوئٹہ ،ماشکیل ،خاران ،واشک اور پنجگور وغیرہ اور دور دراز کے علاقوں کے نامور علماء کے ساتھ عوام کی کثیر تعداد شریک تھی اورابن حنبل کے مقولہ کی صداقت پر مہر تصدیق ہوگیا کہ :ہماری حقانیت کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے ۔

تدفین

مولانا مفتی عبدالغفار اور دیگر اکابر علماء کرام کی سرپرستی میں آپ کی تدفین جامعۃ العلوم الاسلامیہ دالبندین کے احاطے میں ہوئی۔ تدفین کے موقع پر آپ کے زمانہ ء طالب علمی کے رفیق خاص مولانا عبداللہ صاحب (پنجگور) نے ایک مفصل اور رقت آمیز خطاب فرمایا، جس میں آپ کے ساتھ بیتے یادگار لمحات کا تذکرہ کی ا، آپ کے علمی و دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور لواحقین کو صبر وحوصلے کی تلقین کی۔

اللهم أكرم نزله ،وسع مدخله ،وأبدله داراً خيراً من داره ،وأهلاً خيراً من إهله ،ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس ،وبلغه الدرجات العلىٰ من الجنة اٰمين ،اللهم لا تحرمنا أجره، ولا تفتنا بعده ،إن فيك عزاءً من كل مصيبة وخلفاً من كل هالك ،ولاحول ولاقوة إلا بك ،ولاملجأ ولامنجاً منك إلاإليك۔

نالہ فراق

تاثرات تلامذہ و معتقدین خطیب بلوچستان

کرو گے یاد اے اہل چمن جب ہم نہیں ہو نگے

سناؤ گے داستان ہماری جب ہم نہیں ہو نگے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ویسے تو سب ہی رہتے ہین موت کے منتظر

اچانک تیری جدائی نے سب کو رلا دیا

من جعل الھموم ہماً واحد

کفاہ اللہ دنیاہ وآخرتہ

(مولانا محمد طیب صاحب)

❖ استاجی رحمتہ اللہ علیہ پورے بلوچستان کو یتیم کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ہم سے جدا ہو گیئے اور ابھی ہم لوگ ان کی یادوں میں خون کے آنسوؤں سے رو رہے ہیں ، زندگی بھر استاد جی رحمتہ اللہ علیہ کی یادیں ہمارے دلوں سے نہیں نکلتے ۔"واللہ مارأیت أعلم علی وجہالارض من ہذاالشیخ" جب بھی ان کے بیانات کی آواز سن کر پورے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں ، استاد جی کی قربانیاں اتنی زیادہ ہے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے ۔ (حافظ نور سمیر خارانی)

❖ تقریباً تین مہینہ حضرت استاد کی رحلت کے گذر گیئے ہیں لیکن جب بھی ان کی یاد آتی ہے پرانی زخمیں تازہ ہو جاتی ہیں ، ایسا لگتا ہے کہ کوئی شخص اس خلاء کو پر نہیں کر سکے گا کم از کم میری نظر میں ۔

(مولوی حافظ محمد یعقوب بڑیچ)

❖ حضرت مولانا محمد یوسف کبدانی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے کمالات دئیے تھے ۔ خطیب ، مفسر قرآن ، شیخ الحدیث ، مفتی ،قاضی ،اک شفیق استاذ،اور شب بیدار ذاکر ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے خوبیوں کا ایک مجموعہ انسان بنایا تھا گویا ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھا ۔اللہ تعالیٰ استاد محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، آمین ۔ (مولانا محمد سلیم خارانی)

❖ آپ فقر واستغناء کی عملی تصویر ،اور علم و عمل کے پیکر اور اسلاف واکابرین کی جیتی جاگتی تصویر تھے آپ کا کمرہ بیک وقت آپ کی رہائش گاہ ،لائبریری اور مہمان خانہ کا کام بھی دیتا تھا آپ کی شخصیت حسین علمی واصلاحی امتزاج رکھتے تھے ، آپ ایک کامیاب مدرس ،عالم باعمل اور عظیم مبلغ تھے ،خصوصاً بلوچستان میں آپ کو بہت زیادہ محبوبیت مقبولیت حاصل تھی ،

اللہ رب العزت نے استاذ کو تڑپنے والے دل برسنے والی آنکھ اور پر تاثیر زبان وبیان اور عقیدت و محبت سے خوب نوازا تھا ۔ آپ کے ایمان افروز بیانات نے جہاں ہزاروں نوجوانوں کی زندگیوں میں تبدیلی لائی ۔ آپ سے علمی وروحانی فیض حاصل کرنے والے

لاکھوں افراد پوری دنیا میں ہدایت کی شمعیں روشن کرنے اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔

(حافظ امیر حمزہ المدنی)

❖ مگر تری مرگ نگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہیں آستیں نہیں ہے

زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پہ مہر مبین نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انسان، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے

قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے، زبان سے زور بیان گیا ہے

مگر تری ناگہاں موت کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

(مفتی الفت حیدر)

❖ اُف مولانا صاحب رونا آرہا ہے اور آج پشیمانی ہورہی ہے، کہ پچھلے مہینے آپ خاران تشریف لائے تھے دل نے بہت چاہا کہ آپ کے پاس آکر آپ کا وعظ سنوں لیکن نہیں آسکا۔ رب پاک آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائیں۔ (نثار بلوچ کلگ خاران)

❖ اللہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت ،حقانیت اور سچائی کے لئے مولانا صاحب کے جنازے اور آخری دیدار میں شمع کے پروانوں کے مانند لوگوں کا جذبہ قابل دید اور قابل رشک تھا ۔
(منظور بلوچ حسن زئی)

❖ اللہ پاک ان کے درجات جنت میں بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔ مولوی صاحب نے ساری زندگی دین کی خدمت کی اور فوتگی کے لئے بھی ایسا دن پایا کہ سبحان اللہ۔ بزرگ انسان اور بزرگ دنوں میں اپنے رب کو پیارے ہو گئے ۔ اللہ پاک صبر جمیل عطا کرے آپ لوگوں کو۔ آمین ثم آمین "بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" (شوکت ناز بلوچ)

❖ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ایسے ممتاز علماء کا قحط الرجال کے اس دور میں جداہ ونا بڑا سانحہ ۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے تمام پسماندہ گان ،شاگردوں ،چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ (حافظ اسماعیل سلفی زامرانی)

❖ چالیس برس تک جس شعلہ نوائیوں نے ہم مقتدیوں کو گرمایا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ مولانا یوسف صاحب ایک

خطیب ایک عالم ،ایک دوست اور ایک بزرگ ہستی کی موت ہی نہیں ، بلکہ ایک دور اور ایک تاریخ کی موت ہیں ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ۔ (جلیل جان بلوچ)

❖ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کریں مولانا کی وفات سے پورے خطہ ایک عظیم ہستی سے محروم ہوا۔ مولانا کی کمی صدیوں میں پورا نہیں ہوگا۔

(طارق بنگلزئی)

❖ تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزین نہیں ہے ۔اِنا للہ واِنا الیہ راجعون اللھماجرنا فیمصیبتنا واخلفلنا خیرا منہا ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ حضرت کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ۔ (مولانا عطاء الرحمٰن میروانی)

❖ انا للہ وانا الیہ راجعون مولاناء بیرانی پہ بلوچ راجا یک فراموش نبوگی دردو نقصے ، مولانا محمد یوسف ءِ وشیں رو و شیر کنین زبان وڈولداریں دیوان ،وپر مجگین علمی گپ وتران شموشک نبنت۔ منبر و محراب ءِ

جلوہ وزینت ،قرآن وعلوم اسلامی ءِ بے ربائیں بیرکدار،وت آسودک بوت وراجے ملوری کت ۔جاہی جنت بات وپشپدی سبزبات ۔ (مولاناعبدالسلام عارف)

❖ اللہ استاد محترم کو جنت میں اعلی درجہ عطاء فرمائے اور صبر جمیل عطاء فرمائے آمین ۔استاذ محترم آپ نے ہم کو یہ بتا دیا کہ اگر مجھ جیسا عظیم علم حاصل کرنا ہے تو استاذ کے ساتھ ایسی محبت اور اخلاص کے ساتھ رہنا ہے ۔(مولانا خلیل احمد نوشیروانی)

❖ محمود خارانی صاحب ،آپ بہت خوش قسمت ہو کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا ،جناب یہ نصیب کی بات ہے

(صالح جان محمدزئی)